تعارفِ اُردو

نویں جماعت

سرکاری فیصلہ نمبر : ابھیاس-۲۱۱۶/(پر۔نمبر۱۶/۴۳) ایس ڈی-۴ مورّخہ ۲۵/اپریل ۲۰۱۶ء کے مطابق قائم کی گئی
رابطہ کارکمیٹی کی ۳/مارچ ۲۰۱۷ء کو منعقدہ نشست میں اس کتاب کو درسی کتاب کے طور پر منظوری دی گئی۔

زبانِ دوم کے نئے نصاب کے مطابق

تعارُفِ اُردو

نویں جماعت

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پُستک نِرمتی واَبھیاس کرم سنشودھن مَنڈل، پُونہ-۴

بازو میں دیا ہوا 'کیو-آر کوڈ' نیز اس کتاب میں دیگر مقامات پر دیے ہوئے 'کیو-آر کوڈ' اسمارٹ فون کے ذریعے اسکین کیے جاسکتے ہیں۔ اسکین کرنے پر ہمیں اس درسی کتاب کی درس وتدریس کے لیے مفید لنک/لنکس (URL) دستیاب ہوں گے۔

پہلا ایڈیشن : 2017

© مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ-۴۱۱۰۰۴
نئے نصاب کے مطابق مجلسِ ادارت اور مجلسِ مشاورت نے اس کتاب کو ترتیب دیا ہے۔ اس کتاب کے جملہ حقوق مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ کے حق میں محفوظ ہیں۔ کتاب کا کوئی بھی حصہ ڈائرکٹر، مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل کی تحریری اجازت کے بغیر شائع نہ کیا جائے۔

مجلسِ مطالعات وادارت

- ڈاکٹر سیّد یحیٰی نشیط (صدر)
- سلیم شہزاد (رکن)
- سلام بن رزّاق (رکن)
- احمد اقبال (رکن)
- ڈاکٹر قمر شریف (رکن)
- مشتاق بونجکر (رکن)
- ڈاکٹر محمد اسداللہ (رکن)
- بیگم ریحانہ احمد (رکن)
- خان نویدالحق انعام الحق (رکن سکریٹری)

مجلسِ مشاورت

- فاروق سیّد
- خان حسنین عاقب
- اعظمی محمد یٰسین محمد عمر
- خان انعام الرحمٰن شبیر احمد

Co-ordinator
Khan Navedul Haque Inamul Haque
Special Officer for Urdu, Balbharati

D.T.P. & Layout
Asif Nisar Sayyed
Yusra Graphics, Shop No. 5, Anamay,
305, Somwar Peth, Pune 11.

Cover
Dawood Abdul Ghaffar Kotur

Production
Sachchitanand Aphale
Chief Production Officer

Rajendra Chindarkar
Production Officer

Rajendra Pandloskar
Assistant Production Officer

Paper: 70 GSM Maplitho

Print Order
N/PB/2017-18/2000

Printer
M/s. Bombay Binding Works and Printers,
Mumbai

Publisher
Shri Vivek Uttam Gosavi
Controller,
M.S. Bureau of Textbook Production,
Prabhadevi, Mumbai - 400 025.

بھارت کا آئین

تمہید

ہم بھارت کے عوام متانت وسنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بھارت کو
ایک **مقتدر سماج وادی غیر مذہبی عوامی جمہوریہ** بنائیں
اوراس کے تمام شہریوں کے لیے حاصل کریں :

انصاف، سماجی ، معاشی اور سیاسی ؛

آزادی خیال، اظہار، عقیدہ ، دین اور عبادت ؛

مساوات بہ اعتبارِ حیثیت اور موقع ،

اوران سب میں

اُخوت کو ترقّی دیں جس سے **فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور سالمیت** کا تیقّن ہو؛

اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج چھبّیس نومبر ۱۹۴۹ء کو یہ آئین
ذریعۂ ہٰذا اختیار کرتے ہیں،
وضع کرتے ہیں اوراپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔

راشٹر گیت

جَنَ گَنَ مَنَ - اَدِھ نایک جیَہ ہے
بھارَتَ - بھاگیَہ وِدَھاتا۔

پَنجاب، سِندُھ، گُجراتَ، مَراٹھا
دراوِڑ، اُتکَل، بَنگ،

وِندھیہ، ہِماچَل، یَمُنا، گنگا،
اُچّھل جَل دِھ ترَنگ،

تَوَ شُبھَ نامے جاگے، تَوَ شُبھ آ ـشِس ماگے،
گاہے تَوَ جیَہ گاتھا،

جَنَ گَنَ منگل دَایَک جیَہ ہے،
بھارَتَ - بھاگیَہ وِدھاتا۔

جیَہ ہے، جیَہ ہے، جیَہ ہے،
جیَہ جیَہ جیَہ، جیَہ ہے۔

عہد

بھارت میرا ملک ہے۔سب بھارتی میرے بھائی اور بہنیں ہیں۔

مجھے اپنے وطن سے پیار ہے اورمَیں اس کے عظیم و گونا گوں وِرثے پر فخر محسوس کرتا ہوں۔مَیں ہمیشہ اِس ورثے کے قابل بننے کی کوشش کروں گا۔

میں اپنے والدین، استادوں اور بزرگوں کی عزّت کروں گا اور ہر ایک سے خوش اخلاقی کا برتاؤ کروں گا۔

میں اپنے ملک اور اپنے لوگوں کے لیے خود کو وقف کرنے کی قسم کھاتا ہوں۔ اُن کی بہتری اور خوش حالی ہی میں میری خوشی ہے۔

پیش لفظ

عزیز طلبہ!

نویں جماعت میں آپ کا استقبال ہے۔ اس جماعت میں آپ کی آموزش کے لیے 'تعارفِ اُردو' آپ کو پیش کرتے ہوئے ہمیں بڑی مسرّت ہورہی ہے۔ پچھلی جماعت میں آپ تعارفِ اُردو پڑھ چکے ہیں۔ اس میں کئی مضامین اور نظمیں آپ نے پڑھی ہیں اور کئی مشہور و معروف مصنفوں کی تحریروں اور شاعروں کے کلام کا مطالعہ بھی آپ نے کیا ہے۔ گزشتہ کتابوں میں شائع کئی کہانیوں سے آپ لطف اندوز ہوئے اور آپ نے کئی سرگرمیاں مکمل کی ہیں۔ آپ اپنے اردگرد موجود تحریریں یعنی اخبارات و رسائل بھی پڑھتے ہوں گے۔ اب آپ نویں جماعت میں آ چکے ہیں جہاں آپ مزید معیاری مواد کی تعلیم حاصل کریں گے اور زبان کو سمجھنے کی آپ کی صلاحیت مزید فروغ پائے گی۔

اُردو صرف ایک مضمون کا نام نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ایک تہذیب جڑی ہوئی ہے۔ آپ اپنی روزمرہ زندگی میں ہمیشہ مادری زبان اُردو کا استعمال کرتے ہیں۔ لہٰذا معیاری اُردو زبان کے استعمال پر زیادہ زور دیا جانا چاہیے۔ ہمارا مقصد آپ میں یہ خود اعتمادی پیدا کرنا ہے کہ آپ اُردو زبان کو بہتر طور پر استعمال کرسکیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ میں سوالات پوچھنے کی صلاحیت پیدا ہو، آپ نئے علوم وفنون حاصل کریں اور تخلیقی اندازِ فکر اپنائیں اور تخلیق سے مسرت حاصل کریں اسی لیے ہم چاہتے ہیں کہ درسی کتاب میں موجود مشقوں اور سرگرمیوں میں آپ زیادہ سے زیادہ حصہ لیں۔ اس کتاب کی آموزش کے دوران آپ کو جو بھی مشکل یا پریشانی محسوس ہو بلاخوف اپنے استاد کے سامنے اس کا اظہار کریں۔ اس کتاب میں ایسی کئی سرگرمیاں شامل ہیں جن سے آپ بذاتِ خود علم حاصل کرنے کے قابل بن سکیں گے۔ ان سرگرمیوں میں آپ جتنا حصہ لیں گے اتنا ہی زیادہ آپ کے علم میں اضافہ ہوگا۔

کتاب کے مواد کے بارے میں آپ کے تاثرات جان کر ہمیں بہت خوشی ہوگی۔ سال بھر آپ کی آموزش مسرت بخش رہے، یہی ہماری اُمید ہے۔

آپ کی عمدہ تعلیم اور بہتر مستقبل کے لیے نیک خواہشات!

(ڈاکٹر سنیل مگر)
ڈائرکٹر
مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی و
ابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ-۴

پونہ۔
تاریخ : ۲۸/اپریل ۲۰۱۷ء، اکشے ترتیا
بھارتیہ سَور : ۸/وَیشاکھ ۱۹۳۹

ہدایات برائے اساتذہ

نویں جماعت کی 'تعارفِ اُردو' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ کتاب پچھلی درسی کتابوں سے قدرے مختلف ہے کیونکہ بچوں کے لیے مفت اور لازمی حق تعلیم کے قانون ۲۰۰۹ء کے مطابق از سرِ نو مرتب شدہ تعلیمی نصاب ۲۰۱۲ء کی روشنی میں، تشکیلِ علم کے نظریے اور سرگرمیوں کو اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔

آپ سے توقع ہے کہ آپ تعلیمی سال کے آغاز پر ابتدائی جانچ کے ذریعے بچوں کی ذہنی سطح کا تعین کر لیں۔ اس مقصد کے لیے تمام بچوں کی اس طرح تربیت کریں کہ ان میں مطلوبہ استعداد پیدا ہو جائے۔

ہمارا ماننا ہے کہ تدریس کے دوران درج ذیل اُمور کا لحاظ رکھا جائے تو سیکھنے اور سکھانے کا عمل مزید فائدہ بخش ہوگا۔

- اس کتاب میں نثری اور شعری اسباق کی زبان کو نسبتاً آسان رکھا گیا ہے۔ اسباق میں جدت اور دلچسپی کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ سوانحی، مزاحیہ، علمی اور اخلاقی اقدار پر مبنی مضامین کے ساتھ ساتھ اس درسی کتاب میں ڈراما اور خط بھی شامل ہے۔ آپ ان مشمولات کو پڑھاتے وقت اپنے طلبہ کی دلچسپی اور ان کے ذوق و شوق کا خیال رکھتے ہوئے اضافی معلومات یا مثالیں دے سکتے ہیں۔
- کتاب میں شامل اسباق کا انتخاب اس طرز پر کیا گیا ہے کہ آپ ہر سبق کے مواد پر طلبہ سے مختلف سرگرمیاں کروا سکتے ہیں۔ آپ کی توجہ پڑھانے سے زیادہ تسہیل کاری پر رہے تاکہ بچے از خود زبان سیکھ سکیں۔ بہت سی سرگرمیاں انٹرنیٹ سے جوڑ دی گئی ہیں تاکہ طلبہ کو آموزش کے دوران مواصلاتی ٹکنالوجی کے وسائل کے صحت مند استعمال کی عادت ہو سکے۔
- اس کتاب میں شامل اسباق میں جو مشقیں دی ہوئی ہیں، آپ ان میں جدت اور تنوع پائیں گے۔ مشقوں میں براہِ راست سوالات کا طریقہ ختم کر کے امریہ طرز کے سوالات (Question without question mark) شامل کیے گئے ہیں۔ مشقوں کو مزید دلچسپ اور جاذب بنانے کے لیے رواں خاکے، ویب خاکے اور معمے وغیرہ بھی شامل کیے گئے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ مشقیں طلبہ کی تشکیلِ علم کی صلاحیت میں قابلِ لحاظ اضافہ کرنے میں معاون ثابت ہوں گے۔
- بچے جن الفاظ کے معنی نہیں جانتے، توقع ہے کہ وہ اپنے اساتذہ، تسہیل کار یا لغت کی مدد سے معلوم کریں۔ آپ انھیں اپنے طور پر اس کام کی ترغیب دے سکتے ہیں۔ سبق کے آخر میں معنی و اشارات کے تحت مشکل الفاظ کے معنی اُردو کے ساتھ ساتھ انگریزی میں بھی دیے گئے ہیں تاکہ طلبہ بہ آسانی لفظ کے مفہوم تک پہنچ سکیں۔ آج کل موبائل پر اُردو کی مختلف لغات آسانی سے دستیاب ہیں اور ان کا استعمال بھی نہایت آسان ہے۔ آپ طلبہ کو اس جانب بھی راغب کر سکتے ہیں۔
- اسباق پر مشتمل اور نصاب میں شامل قواعد زبان کو 'عملی قواعد' یعنی زبان کے روزمرہ استعمال کے پیشِ نظر آسان تر مثالوں اور وضاحت کے ساتھ رکھا گیا ہے۔ قواعدی تفہیم کے لیے اسباق سے مثالیں دی ہوئی ہیں۔ دوسری مماثل مثالیں ڈھونڈنے یا تیار کرنے کی ہدایات بھی یہاں شامل ہیں۔ آپ ان ہدایات کی روشنی میں قواعد پڑھائیں اور ایسے مواقع فراہم کریں کہ طلبہ از خود اپنے عملی قواعد کی تشکیل کر سکیں۔

اُمید ہے یہ درسی کتاب آپ کی توقعات پر پوری اُترے گی۔

صلاحیتوں کا تعیّن - نویں جماعت (اُردو - زبانِ دوم)

نمبرشمار	تدریسی اکائیاں	مطلوبہ استعداد
۱	سننا	کہانی، نظم، تقریر وغیرہ کلاس میں، جلسہ گاہ میں، ریڈیو ٹی وی نیز انٹرنیٹ اور یو-ٹیوب پر سننا۔ سنے ہوئے مواد کو سمجھنا۔ دی ہوئی ہدایات کو سن کر عمل کرنا۔ خبروں، گیتوں کے علاوہ دوسرے سمعی مواد کو سننے کا شوق پیدا ہونا۔ خبر، کہانی، تقریر کے فرق کو سمجھنا۔ سنے ہوئے مواد میں الفاظ کے صحیح تلفّظ اور معنی کا خیال رکھنا۔ محاوروں کے معنی سمجھنا۔ سادہ اور پیچیدہ جملوں کی شناخت کرنا۔
۲	بولنا	جماعت کے ساتھیوں کے ساتھ گفتگو کرنا۔ دیے ہوئے عنوان پر تقریر کرنا۔ ڈرامے کے مکالموں کی ادائیگی کرنا۔ سیر و تفریح کا حال بیان کرنا۔ صحیح تلفّظ کے ساتھ زبان کا استعمال کرنا۔ دوستوں سے بات چیت کرنا اور انھیں آسان زبان میں ہدایت دینا۔ مختلف مباحثوں میں حصہ لینا، کہانی کہنا، واقعات سنانا۔ غم اور خوشی کے جذبات کے اظہار میں زبان اور لب و لہجے کا خیال رکھنا۔
۳	پڑھنا	کہانی، نظم، خبریں اور مکالموں کو بلند آواز اور خاموشی کے ساتھ پڑھنا۔ تحریر کو صحیح طور پر معنی کا خیال رکھتے ہوئے پڑھنا۔ فقروں اور جملوں کے معنوی ربط کو پڑھنے کے دوران سمجھنا۔ اطراف میں لگے سائن بورڈ کو معنی کی تفہیم کے ساتھ پڑھنا۔ ذخیرۂ الفاظ اور پڑھنے کی رفتار میں اضافہ۔ انٹرنیٹ پر دستیاب مواد مثلاً اخبارات، ای-بکس وغیرہ پڑھنا۔
۴	لکھنا	دی ہوئی مشقوں کے جوابات از خود لکھنا۔ سنے ہوئے جملوں کو صحیح ترتیب سے لکھنا۔ مختلف قسم کے خطوط لکھنا، جیسے مبارکبادی، تہنیتی، تقریب کے دعوت نامے وغیرہ۔ معمے حل کرنا۔ ذاتی خیالات کو تحریری صورت میں پیش کرنا۔ مختلف عنوانات پر پندرہ تا بیس سطروں میں مضامین لکھنا۔ نظموں کے خلاصے تحریر کرنا۔ انٹرنیٹ پر اُردو بلاگ لکھنا۔
۵	مطالعے کی صلاحیت	درسی اور غیر درسی تحریروں، اقوال، نعروں کا سمجھ کر مطالعہ کرنا۔ مضامین کے سیاق و سباق کو سمجھنا۔ درسی اور حوالہ جاتی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔ لغت کی مدد سے نئے الفاظ تلاش کرنا اور انھیں جملوں میں استعمال کرنا۔ انٹرنیٹ پر دستیاب اُردو انسائیکلوپیڈیا اور دیگر حوالہ جاتی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔
۶	قواعد	اعادہ - (۱) مبتدا اور خبر (۲) مذکر-مؤنث (۳) زیر اضافت، واوِ عطف کو معنی کے ساتھ سمجھنا (۴) سابقے، لاحقے (۵) اعراب (۶) محاورے کے معنی اور ان کے استعمال کو سمجھنا (۷) اسم کی قسمیں - صفت، ضمیر، ضمیر شخصی کے فرق کو سمجھنا (۸) اجزائے کلام - فعل، فاعل، مفعول کے فرق کو سمجھنا۔

نوٹ : ۳۵ منٹ کا ایک پیریڈ : زباندانی کے لیے ہفتے میں چار پیریڈس ہوں گے۔ کام کے دن ۲۰۰ سے کم نہ ہوں۔

فہرست

حصۂ نثر

نمبر شمار		صنف/موضوع	مصنف/شاعر	صفحہ نمبر
۱۔	حضرت عائشہؓ	سوانح/ سیرت/ مذہبی شخصیت	سیّد سلیمان ندوی	۱
۲۔	بلٹ ٹرین	انشائیہ/مزاحیہ سفرنامہ	مجتبیٰ حسین	۴
۳۔	عبرت	کہانی/ اخلاقیات	خواجہ حسن نظامی	۷
۴۔	گول گنبد	مضمون/ ثقافتی/تاریخی	ادارہ	۹
۵۔	میرا بیٹا میرا بینک	ترجمہ/آپ بیتی	ڈاکٹر شہاب الدین پٹھان	۱۳
۶۔	گیہوں کا دانہ	کہانی/محنت کی عظمت	ٹالسٹائی	۱۶
۷۔	ہاکی کا ایک اور جادوگر	خاکہ/شخصیت/کھیل	احمد اقبال	۲۰
۸۔	پولیوشن حاضر ہو	ڈراما/ ماحولیات	عبدالرب کاردار	۲۳
۹۔	اندھا گھوڑا	کہانی/ جانوروں سے ہمدردی	ڈاکٹر ذاکر حسین	۲۷
۱۰۔	فاسٹ فوڈ	مضمون/سائنسی معلومات	ڈاکٹر قمر شریف	۳۰
۱۱۔	اُردو زبان کی ابتدا	مضمون/تاریخی/ ادبی	سیّد احتشام حسین	۳۳
۱۲۔	اجنتا کے غار	مضمون/تاریخی/ سیاحت	ادارہ	۳۶
۱۳۔	خط-منیزہ فیض کے نام	خط نویسی/معلوماتی	پطرس بخاری	۳۹

حصۂ نظم

نمبر شمار		صنف/موضوع	مصنف/شاعر	صفحہ نمبر
۱۔	حمد	نظم/حمدیہ	سرور احمد	۴۲
۲۔	برسات اور پھسلن	نظم/مزاحیہ	نظیر اکبرآبادی	۴۴
۳۔	نوعِ بشر سے محبت	نظم/انسانی ہمدردی	حیدر علی نظم طباطبائی	۴۶
۴۔	اعلانِ جمہوریت	نظم/وطنی	جگر مرادآبادی	۴۹
۵۔	علم وعمل	نظم/اخلاقی	محمد حسین آزاد	۵۱
۶۔	رات	نظم/مناظر فطرت	اسمٰعیل میرٹھی	۵۳
۷۔	ایک گھوڑا اور اس کا سایہ	نظم/پند ونصیحت	ماخوذ	۵۵
۸۔	کرن	گیت	ضمیر اظہر	۵۷
۹۔	غزلیات	ذوق دہلوی، مومن خان مومن، خلیل الرحمٰن اعظمی، شکیب جلالی، عبدالاحد ساز		۵۹
۱۰۔	رباعیات	تلوک چند محروم، امجد حیدرآبادی، فانی بدایونی، سہیل مالیگانوی		۶۵

اضافی مطالعہ

نمبر شمار		صنف/موضوع	مصنف/شاعر	صفحہ نمبر
۱۔	آس پاس	افسانہ	مظہر سلیم	۶۸
۲۔	پرندے کی فریاد	نظم	علامہ اقبال	۷۲

۱۔ حضرت عائشہؓ

سیّد سلیمان ندوی

پہلی بات : اسلامی تاریخ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کی زندگیوں اور ان کے کارناموں کو نہایت اہمیت حاصل ہے۔ ایسے ہی آپؐ کی اُمہات المومنینؓ نے بھی اسلام کے فروغ اور اُمت کی بھلائی کے لیے سخت دشواریوں کا سامنا کیا۔ اسلام کی خاطر تکلیفیں برداشت کیں۔ ان کی فیاضیوں اور سخاوتوں سے مسلمانوں کو تقویت حاصل ہوئی۔ ان کی تعلیمات سے عورتوں میں دینی شعور پیدا ہوا اور قرآن کی تعلیم عورتوں میں عام ہوئیں۔ اُمہات المومنینؓ نے آپؐ سے کثیر تعداد میں احادیث سنی رکھی تھیں جو کتبِ احادیث میں محفوظ ہیں۔ ان نیک سیرت صحابیاتؓ میں حضرت عائشہؓ کا بھی شمار ہوتا ہے۔ ذیل کے سبق میں ان کے حالاتِ زندگی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

جان پہچان : سیّد سلیمان ندوی ۲۲ر نومبر ۱۸۸۴ء کو دیسنہ (بہار) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم انھوں نے سماجی روایت کے مطابق گھر پر حاصل کی پھر بہار کے مختلف مدرسوں میں داخل کیے گئے۔ اسی زمانے میں لکھنؤ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کا قیام ہوا۔ سیّد سلیمان نے ۱۹۰۱ء میں یہاں داخلہ لے لیا اور کئی علوم میں دسترس حاصل کی۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ مولانا ابوالکلام آزاد کے اخبار 'الہلال' میں ادارت کرنے لگے۔ پھر کسی وجہ سے یہ ملازمت چھوڑ کر وہ پونہ (مہاراشٹر) چلے آئے جہاں واڈیا کالج میں انھیں فارسی کا استاد مقرر کیا گیا۔ یہیں انھوں نے عبرانی اور انگریزی زبانوں میں استعداد پیدا کی۔ مولانا شبلی کے اصرار پر سیّد سلیمان ندوی نے اعظم گڑھ میں شبلی کے قائم کردہ ادارے 'دارالمصنّفین' کی ذمہ داری سنبھالی۔ ۲۲ر نومبر ۱۹۵۳ء کو ۶۹ر سال کی عمر میں ان کا کراچی میں انتقال ہوا۔

یہ مضمون سیّد سلیمان ندوی کی کتاب 'سیرتِ عائشہؓ' سے لیا گیا ہے۔ اس میں اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ کی سیرت و کردار کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

حضرت عائشہؓ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بیوی تھیں۔ اس لیے آپ اُمّ المومنین یعنی مسلمانوں کی ماں کہلاتی ہیں۔ صدّیقہ اور حُمیرہ آپ کے القاب تھے۔

حضرت عائشہؓ ہمارے نبیؐ کے پیارے دوست حضرت ابوبکر صدّیقؓ کی صاحبزادی تھیں۔ وہ بے حد ذہین اور حاضر جواب تھیں۔ ان کا حافظہ بہت اچھا تھا۔ انھیں بہت سے اشعار یاد تھے جن کو مناسب موقعوں پر وہ پڑھا کرتی تھیں۔ مذہبی علوم کے علاوہ تاریخ اور ادب میں بھی وہ ماہر تھیں۔ انھیں شب و روز حضورؐ کی صحبت میسّر تھی۔ علم و حکمت کے بیسیوں مسئلے کان میں پڑتے تھے۔ ان کے علاوہ خود حضرت عائشہؓ کی عادت یہ تھی کہ ہر مسئلے کو آنحضرتؐ کے سامنے پیش کر دیتی تھیں اور جب تک تسلّی نہ ہوتی، خاموش نہ بیٹھتیں۔

ایک دفعہ کسی نے حضرت عائشہؓ کی کوئی چیز چُرائی۔ انھوں نے اس کو بددعا دی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا، ''بددعا دے کر اپنا ثواب اور اُس کا گناہ کم نہ کرو۔'' عام طور پر لوگ معمولی گناہوں کی پروا نہیں کرتے۔ حضورؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا، ''عائشہ! معمولی گناہوں سے بھی بچا کرو۔''

اَخلاقی حیثیت سے بھی حضرت عائشہؓ کا بہت بلند مرتبہ تھا۔ وہ کبھی کسی کی غیبت نہیں کرتی تھیں، نہ کبھی کسی کی بُرائی کرتی تھیں۔ وہ نہایت خوددار تھیں۔ شجاعت اور دلیری بھی ان کا جوہر تھا۔ وہ بے حد سخی تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہؓ نے ان کی

خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے۔ حضرت عائشہؓ نے شام ہوتے ہوتے سب خیرات کر دیے اور اپنے لیے کچھ نہ رکھا۔ اتفّاق سے اس دن روزہ تھا۔ خادمہ نے عرض کیا، ''افطار کے لیے کچھ نہیں ہے۔'' فرمایا، ''پہلے کیوں نہ یاد دلایا۔''

حضرت عائشہؓ غلاموں پر بہت شفقت کرتی تھیں۔ وہ انھیں خرید کر آزاد کر دیا کرتیں۔ وہ خاندان کے لڑکے لڑکیوں اور شہر کے یتیم بچوں کو گود لے لیتیں۔ اُن کی تعلیم و تربیت کرتیں اور اُن کی شادی بیاہ کے فرائض انجام دیتی تھیں۔

حضرت عائشہؓ کو آنحضرتؐ سے بے پناہ محبّت تھی۔ آپؐ کا ہر کام وہ اپنے ہاتھوں سے انجام دیتیں۔ آٹا خود پیستیں، کھانا خود پکاتیں، آپؐ کے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھوتی تھیں۔ آنحضرتؐ بھی بی بی عائشہؓ سے بہت محبّت رکھتے تھے۔ آپؐ ان کو خوش رکھنے کی ہر طرح کوشش کرتے۔ ایک دفعہ کی بات ہے، عید کا دن تھا۔ کچھ لوگ عید کی خوشی میں نیزے ہِلا ہِلا کر پہلوانی کے کرتب دِکھا رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے یہ تماشا دیکھنا چاہا۔ حضورؐ آگے کھڑے ہو گئے اور بی بی عائشہؓ پیچھے کھڑی ہو کر تماشا دیکھنے لگیں۔ جب تک وہ خود تھک کر ہٹ نہ گئیں حضورؐ برابر اوٹ کیے کھڑے رہے۔

حضرت عائشہؓ بے حد قانع تھیں۔ ان کے گھر کی کُل کائنات ایک چارپائی، ایک تپائی، ایک بستر اور ایک تکیہ، آٹا اور کھجور رکھنے کے لیے دو مٹکے، پانی کا ایک برتن اور پانی پینے کے لیے ایک پیالے سے زیادہ نہ تھی۔ زندگی فقر و فاقہ سے بسر ہوتی تھی لیکن وہ کبھی شکایت کا ایک حرف زبان پر نہ لاتیں۔

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ کئی برس تک زندہ رہیں۔ بیوگی کے زمانے میں اُن کی زندگی کا مقصد قرآن و حدیث کی تعلیم تھا۔ لڑکے، عورتیں اور جن مردوں کا حضرت عائشہؓ سے پردہ نہ تھا، وہ حجرے کے اندر آکر مجلس میں بیٹھتے تھے۔ لوگ سوالات کرتے، یہ قرآن و حدیث سے جوابات دیتیں۔ ہر سال حج کو جاتی تھیں۔

عورتوں پر بی بی عائشہ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انھوں نے دنیا کو بتا دیا کہ ایک عورت اُمت کی بھلائی کے لیے پند و اصلاح کر سکتی ہے۔ وہ علمی، مذہبی اور سیاسی کام بجا لا سکتی ہے۔ عورت کو جو ذلیل سمجھتے، اُمّ المومنین اُن سے سخت برہم ہوتی تھیں۔

علمی کمالات، دینی خدمات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و ارشادات کو عام لوگوں تک پہنچانے میں حضرت عائشہؓ کا کوئی مقابل نہیں۔

معنی و اشارات

القاب	لقب کی جمع، وہ نام جو کسی خاصیت کی وجہ سے لوگوں نے رکھ دیا ہو	Title
حاضر جواب	فوراً جواب دینے والا	Witful
حافظہ	یادداشت	Memory
میسر	حاصل	Available
بیسیوں	مراد بہت زیادہ	Umpteen
جوہر	خصوصیت	Characteristic
قانع	قناعت کرنے والا	Content person
کائنات	مراد گھر کا سارا ساز و سامان	Universe
فقر و فاقہ	بھوکا رہنا	Poverty and hunger
حرف زبان پر نہ لانا	کچھ نہ کہنا	To not argue, accept wholly
بیوگی	بیوہ عورت کی زندگی کا زمانہ	Widowhood
حجرے	حجرہ کا جمع، کمرے	Rooms
اُمت	پوری مسلم قوم	Nation
مقابل	مقابلہ کرنے والا	Contender

مشق

- حضرت عائشہؓ کو اُمّ المومنین کہنے کی وجہ بیان کیجیے۔
- حضرت عائشہؓ کی چند غیر معمولی خصوصیات لکھیے۔
- کوئی ایسا واقعہ لکھیے جس سے پتا چلے کہ حضورؐ عائشہؓ کو ہر طرح خوش رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔
- حضرت عائشہؓ کے گھر میں پائی جانے والی چند چیزوں کے نام لکھیے۔
- درج ذیل الفاظ کے واحد جمع لکھیے۔

واحد	جمع
۱۔ علم	....
۲۔	اشعار
۳۔ حکم	....
۴۔	اعمال
۵۔ صحابی	....

- درج ذیل کاموں کو مناسب خانے میں لکھیے۔

۱۔ کسی کو بددعا دینا ۲۔ اپنے کام خود کرنا
۳۔ قناعت کے ساتھ زندگی گزارنا
۴۔ لوگوں کی غیبت کرنا
۵۔ معمولی گناہوں سے بھی بچنا
۶۔ علم حاصل کرنا ۷۔ لوگوں کو اچھی باتیں بتانا
۸۔ کسی کی جھوٹی تعریف کرنا

پسندیدہ کام	ناپسندیدہ کام

- ذیل کے الفاظ کے مؤنث بنائیے۔

صحابی ، لڑکا ، خادم ، بچہ

- سبق کے مطابق خالی جگہیں پُر کیجیے۔

۱۔ صدیقہ اور .... آپ کے القاب تھے۔
۲۔ عورت اُمت کی بھلائی کے لیے .... کر سکتی ہے۔
۳۔ ان کی زندگی کا مقصد .... کی تعلیم تھا۔
۴۔ تعلیمات و ارشادات کو عام لوگوں تک پہنچانے میں حضرت عائشہؓ کا کوئی .... نہیں۔

- سبق کی مدد سے ویب خاکہ مکمل کیجیے۔

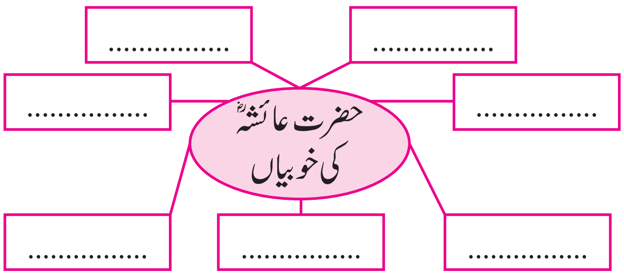

- دیے ہوئے لفظوں کے واحد لکھیے۔

کمالات ← ....
خدمات ← ....
تعلیمات ← ....
ارشادات ← ....

مشہور صحافی خشونت سنگھ نے ایک انٹرویو میں کہا تھا، ''میں اپنے ٹی وی دیکھنے کے خلاف ہوں۔ ممبئی میں میرے مکان میں ایک ٹی وی سیٹ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں کسی بھی دوسری چیز پر اپنے ذہن کو لگا نہیں پاتا تھا۔ میں بس ٹی وی کا بٹن دبا دیتا اور جو کچھ اس پر آتا اسے دیکھتا رہتا، خواہ وہ کتنا ہی بے معنی کیوں نہ ہو۔ اس لیے میں نے اسے نکال دیا کیونکہ میں لکھنے پڑھنے کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔''

خشونت سنگھ نے اس معاملے میں جو کچھ کیا اسے **'ترجیح'** کہا جاتا ہے۔ ترجیح کا یہ اصول کسی با مقصد انسان کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ اگر آپ کے سامنے ایک مقصد ہو تو آپ کو لازماً یہ کرنا پڑے گا کہ آپ اصل مقصد کے سوا دوسری تمام چیزوں میں اپنی دلچسپی ختم کر دیں۔ اپنی توجہ کو دوسری سمتوں سے ہٹا کر صرف مقصد کے رُخ پر لگا دیں۔ یہ کامیابی کی لازمی شرط ہے۔

۲۔ بلٹ ٹرین

مجتبیٰ حسین

پہلی بات : کسی سچائی کو ہم سپاٹ انداز میں پیش کرتے ہیں تو وہ غیر دلچسپ اور بے اثر ہوتی ہے لیکن اسی سچائی کو مزاحیہ انداز میں کہا جائے تو سننے والے کو وہ دلچسپ محسوس ہوتی ہے اور اس سے وہ لطف اُٹھاتا ہے۔ کبھی کسی سفر کے دوران ہم کو بعض اوقات ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ انھیں سوچ کر ہی ہمیں ہنسی آ جاتی ہے۔ ایسے حالات کو مزاحیہ انداز میں پیش کرنا ایک فن ہے۔ اُردو میں کئی مزاحیہ سفرنامے لکھے گئے ہیں۔ ان میں ابنِ انشا، مجتبیٰ حسین، شوکت تھانوی اور یوسف ناظم کے لکھے ہوئے مزاحیہ سفرنامے نہایت مقبول رہے ہیں۔ ان میں سفر کی روداد پرلطف انداز میں بیان کی گئی ہے۔ مجتبیٰ حسین نے اپنے جاپان کے سفر کے حالات جس سفرنامے میں قلم بند کیے ہیں، اس میں جاپان کی سائنسی ترقی کو بڑے مزاحیہ انداز میں پیش کیا ہے۔ درج ذیل سبق میں جاپان کی بلٹ ٹرین کی معلومات پُر لطف انداز میں پیش کی گئی ہے۔

جان پہچان : مجتبیٰ حسین ۱۹۳۶ء میں گلبرگہ میں پیدا ہوئے۔ موجودہ دور میں صفِ اوّل کے مزاح نگاروں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ انھوں نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز حیدرآباد سے شائع ہونے والے اخبار روزنامہ 'سیاست' میں مزاحیہ کالم نگاری سے کیا۔ انھوں نے مزاحیہ خاکے اور مزاحیہ سفرنامے لکھے ہیں۔ ان کے علاوہ ان کے مزاحیہ مضامین کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

جاپان کی ریل گاڑیاں دنیا کی ترقی یافتہ ریل گاڑیاں سمجھی جاتی ہیں لیکن پھر بھی ہماری ریل گاڑیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ مثال کے طور پر ہم اپنے وطن کی گاڑیوں میں اکثر دروازے سے لگے ہوئے ڈنڈے سے لٹک کر سفر کرتے ہیں تو بڑا لطف آتا ہے۔ یہ سہولت جاپانی ریل گاڑی میں بالکل نہیں ہے۔ جاپانی ٹرینوں کے مسافر بڑے بداخلاق ہوتے ہیں۔ کسی سے کوئی بات نہیں کرتا۔ بھلا یہ سفر کرنے کا کوئی طریقہ ہوا! ہم جاپانی ٹرینوں میں پچھلے ایک مہینے سے سفر کر رہے ہیں۔ کسی مسافر نے پلٹ کر یہ نہیں پوچھا، میاں کہاں رہتے ہو، کہاں جا رہے ہو؟ آپ کے شہر میں پیاز کا کیا بھاؤ ہے وغیرہ وغیرہ۔ جاپانی لوگ ٹرین میں سفر کرتے وقت 'مون برت' رکھ لیتے ہیں۔ پلیٹ فارم پر کھڑے کھڑے کتابیں پڑھتے رہتے ہیں۔ ٹرین آتی ہے تو کتاب میں اُنگلی رکھ کر ٹرین میں گھُس جاتے ہیں اور سیٹ پر بیٹھتے ہی پھر کتاب کھول کر پڑھنے میں لگ جاتے ہیں۔ ہمیں اکثر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم کسی لائبریری میں بیٹھے ہیں اور لائبریری کے نیچے پہیّے لگا دیے گئے ہیں۔ انھیں کون سمجھائے کہ میاں ریل گاڑیوں میں لوگ چہرے پڑھتے ہیں، کتابیں نہیں۔ ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرتے ہیں اور حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہیں۔

ہمیں جاپانی ریل گاڑیوں سے یہ شکایت بھی ہے کہ یہ بہت ٹھیک وقت پر چلتی ہیں۔ انتظار میں جو لذّت ہوتی ہے اس کا مزہ جاپانیوں کو کیا معلوم۔ آپ یقین کریں کہ ہمیں ٹوکیو میں کسی بھی اسٹیشن پر ٹرین کے لیے دو منٹ سے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ایک ٹرین جاتی ہے تو دوسری اس کے پیچھے آ جاتی ہے۔ اور پھر ان کی رفتار بھی ایسی تیز کہ آدمی کا کلیجا منہ کو آ جائے۔ پتا نہیں انھیں کہاں جانے کی جلدی ہوتی ہے۔ ہماری ریل گاڑیاں اسٹیشن میں داخل ہونے سے پہلے بیرونی سِگنل کے پاس ضرور رکتی ہیں۔ سیٹیاں بجاتی ہیں۔ مسافر کھڑکیوں میں سے جھانک جھانک کر سگنل کو دیکھتے ہیں۔ کتنا مزہ آتا ہے۔

ہم نے جاپان کی بلٹ ٹرین کی شہرت بہت سنی تھی۔ اس میں بھی سفر کر کے دیکھ لیا۔ بالکل واہیات گاڑی ہے۔ ہمیں بلٹ

ٹرین میں بیٹھ کر کیوٹو جانا تھا۔ فاصلہ پوچھا تو معلوم ہوا کہ تقریباً پانچ سو کلومیٹر سے کچھ اوپر ہے۔ ہم نے پوچھا، ''اتنا لمبا سفر ہے، بستر بند بھی ساتھ رکھ لیں؟'' سنجی تاجما (یونیسکو کے عہدیدار) نے ہنس کر کہا، ''اس میں سونے کی جگہ ہی کہاں ہوتی ہے کہ آپ اپنا بستر لگا سکیں۔'' ہمیں بتایا گیا کہ کیوٹو جانے کے لیے ٹوکیو سینٹرل اسٹیشن سے بلٹ ٹرین ٹھیک آٹھ بج کر اکتالیس منٹ پر نکلے گی۔ ہم ٹوکیو سینٹرل اسٹیشن پہنچے تو ساڑھے آٹھ بج چکے تھے اور بلٹ ٹرین کا دور دور تک کوئی پتا نہ تھا۔ ہم نے تاجما کو چھیڑنے کے انداز میں کہا، ''حضرت وہ جو بلٹ ٹرین ۸ بج کر ۴۱ منٹ پر چلنے والی تھی، وہ کہاں ہے؟'' تاجما نے کہا بس آتی ہی ہوگی۔ ٹھیک آٹھ بج کر پینتیس منٹ پر بلٹ ٹرین پلیٹ فارم پر نمودار ہوئی۔ اس کا انجن طیارے کی شکل کا ہوتا ہے۔ ہم ٹرین میں داخل ہوئے تو یوں لگا جیسے ہم طیارے میں پہنچ گئے ہیں۔ یہ ٹرین ٹوکیو سے ہکا تا تک ایک ہزار ستّر کلومیٹر کا فاصلہ تقریباً چھے گھنٹوں میں طے کرتی ہے۔ یہ دنیا کی سب سے تیز رفتار ٹرین سمجھی جاتی ہے کیونکہ یہ ایک گھنٹے میں ۲۱۰ کلومیٹر کا فاصلہ طے کرتی ہے۔

ہم ٹرین میں بیٹھے اپنی گھڑی کو دیکھ رہے تھے کہ ٹھیک آٹھ بج کر اکتالیس منٹ پر ٹرین گولی کی طرح اسٹیشن سے نکلی۔ تب ہمیں یقین آیا کہ اس ٹرین کو بلٹ ٹرین کیوں کہتے ہیں۔ تقریباً تین گھنٹوں بعد جب ہم کیوٹو پہنچے اور گھڑی دیکھی تو پتا چلا کہ گاڑی کے پہنچنے کے وقت میں آدھے منٹ کا بھی فرق نہیں ہے۔ بلٹ ٹرین سے اترنے کے بعد ہمارے دوست سنجی تاجما نے پوچھا، ''آپ کا سفر کیسا رہا؟'' ہم نے کہا، ''مسٹر تاجما! آپ ہندوستان کی ٹرینوں میں سفر کر چکے ہیں۔ ہماری ٹرینوں میں جو سہولتیں ہوتی ہیں وہ آپ کے ہاں کہاں۔ وہ سفر ہی کیا جس میں آدمی کو دھکا نہ لگے۔ ہم نے تین گھنٹے آپ کی ٹرین میں سفر کیا، کسی نے ہمارے سر پر صندوق نہیں رکھا۔ کسی کا ہولڈال ہمارے پاؤں پر نہیں گرا۔ بھلا یہ بھی کوئی ٹرین کا سفر ہے۔''

لٰہذا صاحبو! کبھی جاپان جاؤ تو بلٹ ٹرین میں بالکل نہ بیٹھو۔ بڑی واہیات ٹرین ہے۔ بلٹ ٹرین میں بیٹھنے سے بہتر یہی ہے کہ آدمی ہوائی جہاز میں بیٹھ جائے۔

معنی و اشارات

مون برت	چپ کا روزہ، خاموشی	Silence	
کلیجا منہ کو آنا	بہت خوف آنا	Feel frightened	
شہرت	مشہور ہونا	Fame	
ہولڈال	بستر بند	Holdall	
واہیات	بیکار، فالتو، بے ہودہ	Nonsense, fiddle-faddle	

مشق

❂ جاپان کی ریل گاڑیوں کی خصوصیات بیان کرنے والے چار الفاظ لکھیے۔

جاپان کی ریل گاڑیاں

....

....

❂ نئے الفاظ بنایئے۔

بد

(۱) ....

(۲) ....

(۳) ....

(۴) ....

❂ ''جاپانی ٹرین کے مسافر بڑے بد اخلاق ہوتے ہیں۔'' اس جملے سے آپ کو اتفاق / اختلاف ہے۔ اپنی رائے لکھیے۔

❂ ''کبھی جاپان جاؤ تو بلٹ ٹرین میں بالکل نہ بیٹھو۔'' چار وجوہات لکھیے۔

❂ سبق کی مدد سے رواں خاکہ مکمل کیجیے۔

بلٹ ٹرین کے ذریعے ٹوکیو سے ہکا تا تک	فاصلہ ( )	وقت ( )	رفتار ( )	ٹوکیو پہنچنے کا وقت ( )

❂ 'جاپان کی ریل گاڑی' اور 'ہماری ریل گاڑی' میں خصوصیات کی درجہ بندی کیجیے۔

۱۔ دنیا کی ترقی یافتہ ریل گاڑیاں۔
۲۔ ریل گاڑی وقت پر چلتی ہے۔
۳۔ دھکّا کھانے کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔
۴۔ اسٹیشن میں داخل ہونے سے پہلے سگنل پر رُکتی ہے۔
۵۔ مسافر کھڑکیوں سے جھانک جھانک کر سگنل کو دیکھتے ہیں۔
۶۔ سیٹ پر بیٹھتے ہی کتاب پڑھنے میں لگ جاتے ہیں۔
۷۔ ٹرین میں سفر کرتے وقت مون برت رکھ لیتے ہیں۔
۹۔ ایک دوسرے کی خیریت اور حالات دریافت کرتے رہتے ہیں۔

جاپان کی ریل گاڑی	ہماری ریل گاڑی

❂ سبق میں آئے انگریزی الفاظ کے اُردو مترادف لکھیے۔

ٹرین .... بلٹ ....
لائبریری .... سینٹرل ....

❂ جملوں میں استعمال کیجیے۔

۱۔ مون برت
۲۔ کلیجا منہ کو آنا

قواعد

مذکّر - مؤنّث

ان لفظوں کو توجہ سے پڑھیے۔

مور، گھوڑا، بندر، بیٹا، باپ، آدمی

ان کے بارے میں جب ہم کچھ کہیں گے تو ایسے جملے بنیں گے۔

مور ناچ رہا ہے۔ گھوڑا تیز دوڑتا ہے۔
بندر بھاگ نکلا۔ بادشاہ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔
باپ بہت خوش تھا۔ آدمی آدمی کے کام آتا ہے۔

ان جملوں کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ دیے ہوئے الفاظ 'نر' ہیں۔ ایسے لفظوں کو **'مذکّر'** کہتے ہیں۔

اب ان لفظوں کو پڑھیے۔

بیوی، گھوڑی، گائے، چڑیا، شیرنی

ان لفظوں سے بننے والے جملے :

بیوی رونے لگی۔ گھوڑی آگے آگے چلتی رہی۔
گائے دودھ دیتی ہے۔ چڑیا اُڑ گئی۔ شیرنی غرائی۔

ان جملوں کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ دیے ہوئے الفاظ 'مادہ' ہیں۔ ایسے لفظوں کو **'مؤنث'** کہتے ہیں۔

بے جان چیزوں میں بھی مذکر اور مؤنث کا فرق پایا جاتا ہے مثلاً بے جان مذکر : گاؤں، گھر، گیہوں، بادل، آسمان، پانی، محل وغیرہ۔

بے جان مؤنث: عمارت، جالی، گیلری، گونج، دیوار، دنیا وغیرہ۔

بے جان مذکر کو مؤنث میں بدلا نہیں جاتا جیسے گھر مذکر ہے، اس کا کوئی مؤنث نہیں۔ اسی طرح کچھ چیزیں مؤنث استعمال کی جاتی ہیں۔ ان کے لیے مذکر نہیں ہوتا جیسے عمارت مؤنث ہے۔ اس کا مذکر نہیں۔

کچھ اسم ایسے ہوتے ہیں جو مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں مثلاً کوا، لومڑی، انسان۔

❂ ذیل کے لفظوں کو مذکر اور مؤنث میں الگ کیجیے۔

کرسی، چاکلیٹ، جوتا، ندی، گھڑی، لحاف، کتاب، گدا

۳۔ عبرت

خواجہ حسن نظامی

پہلی بات : کبھی کبھی یہ ہوتا ہے کہ بعض شریر بچے راہ چلتے خواہ مخواہ کسی جانور کو پتھر مار دیتے ہیں، کبھی چیونٹیوں کو مسل دیتے ہیں، کبھی غلیل سے پرندوں کو نشانہ بناتے ہیں۔ یاد رکھیے! انسان کی طرح جانور اور پرندے سب خدا کی مخلوق ہیں۔ انھیں بلا وجہ ستانا یا مارنا بری بات ہے۔ جو ایسا کرتے ہیں بعض اوقات ان کا انجام بہت برا ہوتا ہے۔ ذیل کے سبق میں ایسا ہی ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

جان پہچان : خواجہ حسن نظامی کا اصل نام علی حسن تھا۔ وہ ۲۵/دسمبر ۱۸۷۸ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق دہلی کے مشہور بزرگ حضرت نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ کے خاندان سے تھا۔ خواجہ صاحب ایک بلند پایہ ادیب، صحافی، مترجم اور انشائیہ نگار تھے۔ انھوں نے کئی رسائل اور اخبارات جاری کیے جن میں اخبار 'منادی' آخر وقت تک شائع ہوتا رہا۔ ان کے تحریر کردہ روزنامچے بہت مشہور ہیں۔ خواجہ صاحب کا طرزِ تحریر دلچسپ، پُراثر اور آسان ہے۔ ان کی کتابوں میں 'غدر کے افسانے' بہت مقبول ہے۔ ان کی دیگر اہم تصانیف میں 'گدگدیاں' اور 'سی پارۂ دل' قابلِ ذکر ہیں۔ وہ ۳۱/جولائی ۱۹۵۵ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

آج سے ایک برس پہلے کا ذکر ہے، دہلی سے باہر جنگل میں چند شہزادے شکار کھیل رہے تھے۔ چھوٹی چھوٹی چڑیائیں اور فاختائیں دوپہر کی دھوپ سے بچنے کے لیے درختوں کی ہری بھری ٹہنیوں پر بیٹھی خدا کی یاد کی تسبیحیں پڑھ رہی تھیں۔ شہزادے بے پروائی سے انھیں غُلّے مار رہے تھے۔ سامنے سے ایک گدڑی پوش فقیر آیا۔ اس نے نہایت ادب سے شہزادوں کو سلام عرض کیا اور کہا، ''میاں صاحبزادو! بے زبان جاندار کو کیوں ستاتے ہو۔ انھوں نے تمھارا کیا بگاڑا ہے؟ یہ بھی تمھاری طرح دکھ اور تکلیف کی خبر رکھتے ہیں مگر بے بس ہیں اور منہ سے نہیں کہہ سکتے۔ تم بادشاہ کی اولاد ہو، بادشاہ کو اپنے ملک کے رہنے والوں سے محبّت اور مہربانی برتنی چاہیے۔ یہ جاندار بھی ملک میں رہتے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی رحم کیا جائے تو شانِ بادشاہی سے دور نہیں۔''

بڑے شہزادے نے جس کی عمر اٹھارہ برس کی تھی شرما کر غُلیل ہاتھ سے رکھ دی مگر چھوٹے مرزا نصیر الملک بگڑ کر بولے، ''جا رے جا، دو ٹکے کا آدمی ہم کو نصیحت کرنے نکلا ہے۔ تو کون ہوتا ہے ہم کو سمجھانے والا۔ سیر و شکار تو سب کرتے ہیں، ہم سے کون سا گناہ ہو گیا؟''

فقیر بولا، ''صاحبِ عالم، ناراض نہ ہوں۔ شکار ایسے جانور کا کرنا چاہیے کہ ایک جان جائے تو دس پانچ جانوں کا پیٹ بھرے، ان ننّھی ننّھی چڑیوں کو مارنے سے کیا نتیجہ؟ بیس مارو گے تب بھی ایک آدمی شکم سیر نہ ہو سکے گا۔''

مرزا نصیر الملک فقیر کے دوبارہ بولنے سے آگ بگولہ ہو گئے اور ایک غُلّہ غلیل میں رکھ کر فقیر کے گُھٹنے میں اس زور سے مارا کہ بے چارہ منہ کے بل گر پڑا اور بے اختیار اس کے منہ سے نکلا، ''ہائے! میری ٹانگ توڑ ڈالی۔'' فقیر کے گرتے ہی شہزادے گھوڑوں پر سوار ہو کر قلعے کی طرف چلے گئے اور فقیر گھسٹتا ہوا سامنے کے قبرستان کی طرف چلنے لگا۔ گھسٹتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا، ''وہ تخت کیوں کر آباد رہے گا جس کے وارث ایسے سفاک ظالم ہیں۔ لڑکے! تو نے میری ٹانگ توڑ دی۔ خدا تیری بھی ٹانگیں توڑ دے اور تجھ کو بھی اسی طرح گھسٹنا نصیب ہو۔''

ایک عرصے بعد دہلی کے بازار میں ایک پیرمرد کولھوں کے بل گھسٹتے پھرا کرتے تھے۔ ان کے پاؤں شاید فالج سے بیکار

ہوگئے تھے۔ اسی لیے ہاتھوں کو ٹیک کر کولھوں کو گھسیٹتے ہوئے راستہ چلتے تھے۔ ان کے گلے میں ایک جھولی ہوتی تھی۔ دو قدم چلتے اور راہ گیر کو حسرت سے دیکھتے گویا آنکھوں ہی آنکھوں میں اپنی محتاجی ظاہر کر کے بھیک مانگتے ہوں۔ جن لوگوں کو ان کا حال معلوم تھا، ترس کھا کر جھولی میں کچھ ڈال دیتے تھے۔

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اُن کا نام مرزا نصیر الملک ہے۔ بہادر شاہ کے پوتے ہیں۔ اب خاموش گداگری پر گزارہ ہے۔ مجھ کو اُن کے حال سے بڑی عبرت ہوتی تھی۔ ان کا ابتدائی قصّہ جو کچھ خود ان کی زبانی اور کچھ دوسرے شہزادوں کی زبانی سنا تھا تو دل دہل جاتا ہے۔ شہزادے صاحب کا بازار میں گھسٹتے پھرنا سخت سے سخت دل کو موم کر دیتا تھا اور خدا کے خوف سے جی کانپ جاتا تھا۔

معنی و اشارات

گدڑی پوش	–	گدڑی/کمبل لپیٹے ہوئے	Quilt covered (beggar)
دو ٹکے کا	–	معمولی	Mean, cheap
صاحبِ عالم	–	مغل شہزادوں کا لقب	Title and mode of address for a Mogul prince
شکم سیر ہونا	–	پیٹ بھر جانا	Be satiated
وارث	–	حقدار	Heir
پیر مرد	–	بوڑھا آدمی	An old man
گداگری	–	بھیک مانگنا	Beg
عبرت	–	نصیحت آموز	Lesson, admonition
دل کو موم کرنا	–	دل میں رحم پیدا کر پانا	Make soft-hearted

مشق

ذیل کی سرگرمیوں کو ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔

- چڑیوں سے متعلق کہی گئی باتوں کو اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔
- جنگل میں شہزادوں کی موجودگی کا سبب لکھیے۔
- چڑیوں کا شکار نہ کرنے کی فقیر نے جو وجوہات بتائی ہیں، بیان کیجیے۔
- فقیر کی نصیحت پر شہزادوں کا ردِّ عمل لکھیے۔
- فقیر کے مطابق شکار کیے جانے والے جانور کی خصوصیات لکھیے۔
- آپ کی نظر میں نصیر الملک کا ردِّ عمل صحیح / غلط تھا۔ اپنی رائے دیجیے۔
- کہانی سے ملنے والی نصیحت کو اپنے لفظوں میں لکھیے۔
- فقیر کے بددعا دینے کا سبب تحریر کیجیے۔

- ذیل کے محاوروں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

۱۔ دل دہل جانا
۲۔ دل کو موم کرنا

- درج ذیل کے ہم معنی الفاظ لکھیے۔

۱۔ عبرت ۲۔ گدڑی پوش ۳۔ شکم
۴۔ پیر مرد ۵۔ گداگری

- درج ذیل جملے کہنے والوں کے نام لکھیے۔

۱۔ ’’جاندار کو کیوں ستاتے ہو؟ انھوں نے تمھارا کیا بگاڑا ہے؟‘‘
۲۔ ’’جا رے جا! دو ٹکے کا آدمی ہم کو نصیحت کرنے نکلا ہے۔‘‘
۳۔ ’’ہائے! میری ٹانگ توڑ ڈالی۔‘‘

۴۔ گول گنبد

ادارہ

پہلی بات : عام طور پر مکانات اس لیے بنائے جاتے ہیں کہ انسان ان عمارتوں میں اپنے خاندان کے ساتھ رہ کر پرسکون زندگی گزار سکے۔ دنیا میں اس کے علاوہ بھی دیگر مقاصد کے تحت کئی عمارتیں بنوائی گئی ہیں۔ کئی عالی شان محل اور مقبرے بادشاہوں کی یادگاریں ہیں جو اپنی بناوٹ اور خوب صورتی کے لیے مشہور ہیں۔ تاج محل اس کی بہترین مثال ہے۔ تاج محل میں شاہجہاں اور اس کی چہیتی بیوی ممتاز محل دفن ہیں۔ اسی طرح اورنگ آباد کا بی بی کا مقبرہ اعظم شاہ کے ذریعے اپنی والدہ رابعہ درّانی کے لیے تعمیر کی گئی شاندار عمارت ہے۔ بیجاپور، دکن میں گول گنبد بھی اسی قسم کا ایک مشہور مقبرہ ہے۔

ہندوستان میں بعض عمارتیں ایسی ہیں جو بے نظیر ہیں اور جنھیں دیکھنے کے لیے دُنیا بھر کے سیّاح دور دور کے ملکوں سے آتے ہیں۔ آگرے کا تاج محل، دہلی کا لال قلعہ، جامع مسجد اور قطب مینار، دکن میں اَجنتا، ایلورا کے غار، بی بی کا مقبرہ، حیدرآباد کا چار مینار اور بیجاپور کا گول گنبد قابلِ دید ہیں۔

جس زمانے میں شاہ جہاں آگرہ میں تاج محل بنوا رہا تھا، قریب قریب اسی زمانے میں بیجاپور میں محمد عادل شاہ گول گنبد کی تعمیر میں لگا ہوا تھا۔ گول گنبد دکن کی عظیم الشّان اور عجیب وغریب عمارت ہے اور عادل شاہی دَور کی ایک بے مثال یادگار۔ عادل شاہی دور میں رعایا خوش حال تھی۔ شاہی خزانے بھرے ہوئے تھے۔ لوگوں کو آرام اور آسائش کے سامان مہیا تھے۔ دکن علم و ہنر کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔ اس زمانے کی خصوصیت یہ تھی کہ بادشاہ اپنی زندگی ہی میں اپنے مقبرے کی عمارت بنا لیا کرتے تھے۔ ہر بادشاہ یہی چاہتا تھا کہ اپنے زمانے کی بہترین یادگار چھوڑے اور پہلے کے بادشاہوں پر سبقت لے جائے اور ایسا کام کر جائے جس کی مثال آئندہ زمانے میں بھی نہ مل سکے۔

محمد عادل شاہ سے پہلے اس کے باپ ابراہیم عادل شاہ ثانی نے اپنے لیے ایک نہایت ہی خوب صورت اور شاندار مقبرہ بنوایا تھا۔ اس کی مثال اس زمانے میں تمام ملکِ دکن میں نہ تھی۔ یہ عمارت آج بھی موجود ہے اور ابراہیم روضہ کے نام سے مشہور ہے۔ عمارت نہایت نفیس اور دلکش ہے۔ اس کے منارے بڑے نازک اور خوشنما ہیں۔ دیواروں میں پتھر کی نازک جالیاں ہیں جن میں کلامِ مجید کی آیتیں تراشی ہوئی ہیں۔ الغرض صنّاعی، کاریگری اور گُل کاری کا یہ ایک نادر نمونہ ہے۔

ابراہیم عادل شاہ کے انتقال کے بعد محمد عادل شاہ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ ایسی عمارت بنوائے جو ابراہیم روضے پر سبقت لے جائے۔ ابراہیم روضے سے زیادہ خوب صورت عمارت بنانا اس کے لیے ممکن نہ تھا۔ اس نے سوچا کہ اپنے لیے ایک بہت بڑا اور وسیع مقبرہ بنوائے کہ دکن کی کوئی عمارت اس کی ہمسری نہ کر سکے۔ ابراہیم روضہ بھی اس کے سامنے دب جائے اور اس طرح اس کا نام ہمیشہ قائم رہے۔

اس عمارت کی تعمیر کے لیے اس نے ایک بلند ٹیلے کا انتخاب کیا۔ ٹیلے پر ایک بہت بڑا چبوترا بنایا گیا اور اس پر عمارت کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کی تعمیر میں برسوں لگ گئے۔ اتفّاق دیکھیے کہ عمارت بننے کے کچھ عرصے بعد ہی محمد عادل شاہ کا انتقال ہوگیا۔ اسے اس عمارت میں دفن کیا گیا۔ یہی عمارت آج گول گنبد کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔

گول گنبد ایک نہایت بلند اور شاندار عمارت ہے۔ اس کی بلندی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ شہر کے باہر سے آنے والے مسافروں کو دور ہی سے اس عمارت کا گنبد سورج کی طرح اُبھرتا ہوا نظر آتا ہے۔ پھر عمارت اور شہر کا منظر دِکھائی دیتا ہے۔ یہ عمارت ایک مکعب نما ہے جس کا ہر ضلع ۱۵۶ رفٹ لمبا ہے۔ اس کے اوپر گنبد بنایا گیا ہے جس کی شکل نصف دائرے جیسی ہے۔ اس طرح پوری عمارت کم و بیش ۲۰۵ رفٹ بلند ہے۔ عمارت کے چاروں کونوں سے جڑے ہوئے چار ہشت پہلو مینار ہیں۔ ہر مینار سات منزلہ ہے اور ہر ایک کے اوپر برج ہے۔ ہر مینار کے قریب دیوار میں چکّردار زینہ ہے جس سے چھت پر پہنچا جاتا ہے۔ چھت سے گنبد میں جانے کے لیے آٹھ دروازے ہیں۔

گنبد کے اندر دیوار سے لگ کر ایک گیلری بنی ہوئی ہے جو دائرے کی شکل میں ہے اور گیارہ فٹ چوڑی ہے۔ گیلری کے کٹہرے کے سہارے نیچے عمارت کے صحن پر نظر ڈالیں تو محمد عادل شاہ اور اس کے عزیزوں کی قبریں نظر آتی ہیں۔ قبروں کے چاروں طرف چوبی جنگلا ہے۔

گنبد کی گیلری میں پہنچتے ہی دل پر ایک ہیبت سی طاری ہوجاتی ہے۔ انسان اپنے قدموں کی گونج سن کر سنّاٹے میں رہ جاتا ہے۔ قدموں کی آہٹ کئی بار سنائی دیتی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے کوئی فوج چلی آ رہی ہے۔ اگر کوئی کھانسے یا کھکارے تو آواز گنبد کی دیوار سے ٹکرا کر دس پندرہ مرتبہ سنائی دیتی ہے۔ گیلری میں پتّھر کی کرسیاں رکھی ہوئی ہیں۔ ان پر آمنے سامنے بیٹھ جائیے۔ بیچ میں ۱۲۴ فٹ کا خلا ہے۔ دیوار کو منہ لگا کر کی جانے والی آہستہ بات بھی سامنے بیٹھے ہوئے آدمی کو ایسے سنائی دیتی ہے جیسے ٹیلیفون میں بات ہو رہی ہو۔ یہاں تک کہ اگر گھڑی دیوار سے لگا دی جائے تو اس کی ٹک ٹک سامنے کا شخص دیوار سے کان لگا کر سن سکتا ہے۔ ایک تالی بجائیں تو تڑاتڑ بیسیوں تالیوں کی آواز آتی ہے۔

یوں تو تھوڑی بہت گونج ہر گنبد میں ہوتی ہے مگر اس قسم کی گونج نہ کہیں دیکھی نہ سنی اسی لیے اس عمارت کو 'بولی گنبد' بھی کہتے ہیں۔ اس گنبد میں آواز صاف اور بار بار سنائی دیتی ہے۔ اسی کو 'صدائے بازگشت' کہتے ہیں۔ عام طور پر بولنے والے اور سامنے کی دیوار کے درمیان ۶۰ فٹ کا فاصلہ ہو تو آواز دیوار سے ٹکرا کر واپس آتی اور صاف سنائی دیتی ہے۔ فاصلہ کم ہو تو آواز صاف سنائی نہیں دیتی۔ چونکہ بولی گنبد کا اندرونی قطر ۱۲۴ فٹ ہے یعنی درمیانی فاصلہ ۶۰ فٹ سے کہیں زیادہ ہے اس لیے آواز صاف اور بار بار سنائی دیتی ہے۔

گنبد کی اندرونی گولائی ۵۵۰ فٹ ہے۔ گنبد کی دیوار دس فٹ موٹی ہے۔ اتنے بڑے گنبد کا دیواروں پر قائم کرنا واقعی فنِ تعمیر کا کمال ہے۔ اتنا شاندار، عظیم اور عجیب و غریب گنبد دنیا میں کہیں اور نہیں پایا جاتا۔

معنی و اشارات

بے نظیر	–	بے مثال	Matchless
سیاح	–	سیر کرنے والا	Tourist
آسائش	–	راحت، آرام	Luxury
گہوارہ	–	جھُولا	Cradle
سبقت لے جانا	–	کسی سے آگے بڑھ جانا	Excel
مقبرہ	–	قبر، مزار	Tomb
صناعی	–	کاری گری، ہنرمندی	Craftmanship
گل کاری	–	پھولوں کی سجاوٹ	Flower painting
ہمسری	–	برابری	Similarity of status
سناٹے میں رہ جانا	–	تعجب یا خوف سے خاموش رہ جانا	Awestruck
ہشت پہلو	–	آٹھ پہلو والا	Octagon

چوبی جنگلا - لکڑی سے بنا ہوا گھیرا Wooden railing

ہیبت طاری ہونا - ڈر لگنا Petrify

صدائے بازگشت - وہ آواز جو پہاڑ یا گنبد سے ٹکرا کر واپس آتی ہے Echo

مشق

❂ مقام کے سامنے مشہور عمارت کا نام لکھیے۔

آگرہ - .... دہلی - ....

دکن - .... اورنگ آباد - ....

بیجاپور - .... حیدرآباد - ....

❂ جوڑیاں لگائیے۔

ستون 'الف'	ستون 'ب'
شاہ جہاں	بی بی کا مقبرہ
محمد عادل شاہ	تاج محل
ابراہیم عادل شاہ ثانی	گول گنبد
اعظم شاہ	ابراہیم روضہ

❂ 'گول گنبد' سے متعلق ہر لفظ کے آگے اس کی خصوصیت لکھیے۔

گنبد - .... عمارت - ....

بلندی - .... مینار - ....

زینہ - .... گیلری - ....

صحن - .... چوبی جنگلا - ....

❂ گول گنبد کے مینار کی پانچ خوبیاں لکھیے۔

❂ ہندوستان میں بعض عمارتیں ایسی ہیں جو 'بے نظیر' ہیں۔ خط کشیدہ لفظ 'مرکب' لفظ ہے۔ بے + نظیر۔ 'بے' سابقہ ہے۔

❂ 'بے' سابقے کی مدد سے چار نئے الفاظ بنائیے۔

❂ دیے ہوئے مرکب الفاظ کو الگ الگ کر کے لکھیے۔

خوبصورت شاندار دلکش

❂ سبق میں ابراہیم روضہ اور گول گنبد کی تعریف میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کو ذیل میں لکھیے۔

	ابراہیم روضہ	گول گنبد
۱۔		
۲۔		
۳۔		
۴۔		
۵۔		

❂ سبق کی روشنی میں ویب خاکہ مکمل کیجیے۔

عادل شاہی دور میں
- رعایا - ....
- شاہی خزانے - ....
- دکن - ....

❂ صدائے بازگشت کی وضاحت کیجیے۔

❂ گول گنبد کو 'بولی گنبد' کہنے کی وجہ بتائیے۔

❂ گول گنبد عجیب وغریب عمارت ہے۔ وجہ لکھیے۔

❂ گنبد کی گیلری میں پہنچنے پر ہونے والے احساسات بیان کیجیے۔

❂ جملوں میں استعمال کیجیے۔

قابلِ دید ، سبقت لے جانا ، ہمسری کرنا ،
ہیبت طاری ہونا ، سناٹے میں رہ جانا

اسم کی قسمیں

ذیل کے لفظوں (اسموں) کو توجہ سے پڑھیے۔

طالب علم ، بھائی ، بہن ، والد، کھلاڑی ، جادوگر (شخص)

ہاکی ، چائے ، بال ، تاج (چیز)

ملک ، کالج ، بازار ، دکان ، میدان (مقام)

ان اسموں سے خاص شخص، خاص چیز، خاص مقام کی پہچان نہیں ہوتی۔ ایسے اسموں کو 'اسمِ عام' (Common noun) کہتے ہیں۔

اب ذیل کے لفظوں (اسموں) کو پڑھیے۔

دھیان چند، محمد شاہد، آغا خان، ظفر اقبال، پروین (شخص)

کوہِ نور، قرآن (چیزیں)

لکھنؤ، فرانس ، ماسکو، سیول، لکش دویپ (مقام)

ان اسموں سے خاص شخص، خاص چیز، خاص مقام کی پہچان ہوتی ہے۔ ایسے اسموں کو 'اسمِ خاص' (Proper noun) کہتے ہیں۔

صفت

ان جملوں کے خط کشیدہ لفظوں کو توجہ سے پڑھیے۔

۱۔ گول گنبد دکن کی عجیب وغریب عمارت ہے۔

۲۔ یہ شاہی دور کی ایک بے مثال یادگار ہے۔

۳۔ عادل شاہ نے ایک خوبصورت اور شاندار مقبرہ بنوایا تھا۔

آپ جانتے ہیں کہ ان جملوں میں گنبد، عمارت، دور، یادگار، مقبرہ اسم ہیں۔ ان اسموں سے پہلے جو خط کشیدہ الفاظ آئے ہیں، وہ اسموں کی خصوصیات بیان کرتے ہیں۔ اسم کی خصوصیت بتانے والے الفاظ 'صفت' کہلاتے ہیں۔

❂ ذیل کے جملوں میں صفت کے لفظوں کو خط کشیدہ کیجیے۔

۱۔ اس کے مینارے بڑے نازک اور خوشنما ہیں۔

۲۔ دیواروں میں پتھر کی نازک جالیاں ہیں۔

۳۔ اس نے ایک بلند ٹیلے کا انتخاب کیا۔

ضمیر/ضمیرِ شخصی

آپ پڑھ چکے ہیں کہ اسم کے بدلے استعمال کیے جانے والے الفاظ ضمیر کہلاتے ہیں۔ اس کی مثال دیکھیے۔

عادل شاہ دکن کا مشہور بادشاہ تھا۔

عادل شاہ انصاف پسند بادشاہ تھا۔

عادل شاہ ایک خوبصورت عمارت تعمیر کروانا چاہتا تھا۔

ان جملوں میں 'عادل شاہ' کا نام بار بار آ رہا ہے۔ یہ تکرار جملوں میں بھلی نہیں معلوم ہوتی اس لیے دوسرے جملے یوں ہونے چاہئیں:

وہ انصاف پسند بادشاہ تھا۔

وہ ایک خوبصورت عمارت تعمیر کروانا چاہتا تھا۔

ان جملوں میں اسم عادل شاہ کے بدلے لفظ 'وہ' استعمال کیا گیا۔ اسم کے بدلے استعمال کیے جانے والے لفظ کو 'ضمیر' کہتے ہیں۔ آپ نے یہ الفاظ بھی ضرور پڑھے ہیں: میں، ہم، تو، تم، آپ۔ یہ الفاظ بھی ضمیریں ہیں۔ انھیں ضمیرِ شخصی کہا جاتا ہے۔

❂ ذیل کی خالی جگہوں میں مناسب 'ضمیرِ شخصی' استعمال کیجیے۔

۱۔ ....اونچا سنتے تھے۔

۲۔ کیا..........بتا سکتے ہیں اتنا بڑا دانہ کہاں پیدا ہوا تھا؟

۳۔ ....گیند کی تلاش کر رہا ہوں۔

۴۔ اس نے پوچھا..........کہاں جا رہے ہو؟

۵۔ اس نے پوچھا..........کہاں جا رہے ہیں؟

> غم و غصے کو اپنے سینے میں دبا لینا
> اس آئندہ دُکھ درد سے دل کو بچاتا ہے
> جو ظاہر کر دینے سے دوسروں کے دلوں کو
> محسوس ہوتا ہے۔

۵۔ میرا بیٹا میرا بینک

ڈاکٹر شہاب الدین پٹھان

پہلی بات : آپ بیتی ایک نثری صنف ہے۔ اسے خودنوشت بھی کہتے ہیں۔ اس میں مصنف اپنی زندگی کے قابلِ ذکر واقعات کو دلچسپ انداز میں پیش کرتا ہے۔ آپ بیتی میں زندگی کے حقائق دیانت داری کے ساتھ بیان کیے جاتے ہیں۔ آپ بیتی لکھتے وقت بعض مصنّفین فکشن یا کہانی کا اسلوب اپناتے ہیں تو بعض لوگ سیدھی سپاٹ نثر میں اسے پیش کردیتے ہیں۔ اُردو کے نثری ادب میں کئی آپ بیتیاں مشہور ہوئیں مثلاً جعفر تھانیسری کی 'کالا پانی'، خواجہ حسن نظامی کی 'آپ بیتی'، ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری کی 'گردِ راہ'، جوش کی 'یادوں کی برات'، سیّد ابوالحسن علی ندوی کی 'کاروانِ زندگی'، اختر الایمان کی 'اس آباد خرابے میں' اور وزیر آغا کی 'شام کی منڈیر سے' وغیرہ۔ اُردو میں 'سوانح نگاری' بھی ایک صنف ہے اور 'خودنوشت' سے ملتی جلتی ہے مگر فرق یہ ہے کہ دوسروں کے احوالِ زندگی جس کتاب میں لکھے جاتے ہیں وہ سوانح نگاری کے ذیل میں آتی ہے اور مصنف خود اپنے حالاتِ زندگی جس کتاب میں بیان کرتا ہے وہ خودنوشت یا آپ بیتی کہلاتی ہے۔ ذیل کا سبق ڈاکٹر شہاب الدین نور محمد پٹھان کی آپ بیتی 'ضربِ سنگ تراش' سے لی گئی ہے۔

جان پہچان : ڈاکٹر شہاب الدین نور محمد پٹھان یکم مئی ۱۹۴۹ء کو پمپری جلسین، ضلع احمد نگر کے ایک غریب خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام نور محمد تھا۔ انھوں نے نہایت غربت کی حالت میں اپنی تعلیم جاری رکھی۔ اپنے شوق میں وہ یکے بعد دیگرے تعلیم کے مدارج طے کرتے گئے جس کی بدولت انھیں ملازمت بھی ملی اور اپنی تعلیمی قابلیت کی وجہ سے وہ راشٹر سنت تکڑو جی مہاراج ناگپور یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی بنے۔ اتنے بڑے عہدے پر پہنچنے کے لیے نہ ان کی غریبی رکاوٹ بنی نہ ان کی دیہی زندگی آڑے آئی۔ وہ دنیا بھر کے کئی اداروں سے بھی وابستہ رہے۔ انھوں نے علمِ نباتات پر مراٹھی اور انگریزی میں کئی نصابی کتابیں لکھی ہیں۔

اس زمانے میں ہم کاڑے کے باڑے میں کرائے کے ایک مکان میں رہا کرتے تھے۔ کاڑے کے بہت سے گھر تھے۔ ان لوگوں نے اپنے کھیتوں ہی میں پکّے مکانات تعمیر کر لیے تھے اور وہیں جا کر رہنے لگے تھے۔ لوگ اسے کاڑے کی بستی کے نام سے پکارتے تھے۔ کاڑے صاحب کے چار حصّوں والے گھر میں ہم رہا کرتے تھے۔ وہ باڑا بہت پرانا اور بوسیدہ ہوگیا تھا۔ جس گھر میں ہم رہتے تھے، اس کے پچھلے حصّے کا ایک ٹکڑا گر گیا تھا۔ دیگر حصّوں میں بھی مٹّی گرتی رہتی تھی۔ والدہ کہتی تھیں کہ ایک دن بہت بڑا سانپ گھر میں نکل آیا۔ والدہ کی چیخ پکار پر لوگ جمع ہوئے اور سانپ کو مار ڈالا۔ ہمیں ایسے بوسیدہ اور پرانے مکان میں رہنے کی عادت ہوگئی تھی۔

ستارا کے زلزلے کے ڈر سے میں پچھلے آٹھ دنوں سے گاؤں میں ہی ٹھہرا ہوا تھا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ میں گھر کے پچھلے حصّے میں کروٹیں بدل رہا تھا۔ نیند آنکھ سے اوجھل ہوچکی تھی۔ اسی اثنا میں پڑوس میں رہنے والی نانو خالہ آگئیں۔ وہ میری والدہ کی ہم عمر تھیں۔ ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ روزانہ دوپہر میں والدہ کے ساتھ گپ شپ کرنے کے لیے آجایا کرتی تھیں۔ گھر میں چاروں طرف دیکھ کر وہ کہنے لگیں، ''شاید شابا سو گیا ہے؟'' میری والدہ مجھے پیار سے 'شابا' کہا کرتی تھیں۔ مجھے سویا ہوا سمجھ کر وہ دونوں باتیں کرنے لگیں۔ میں نیند کا ڈھونگ کرکے ان کی باتیں سنتا رہا۔

نانو خالہ والدہ سے کہنے لگیں، ''تمھارے گھر کا حال مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ بارش میں یہ کتنا ٹپکتا ہے! تم کہاں کہاں برتن

رکھ کر بارش کے پانی سے گھر کی حفاظت کروگی؟ تمھیں اب نیا مکان بنوالینا چاہیے۔ شابا کے ابومستری ہیں، وہ دوسروں کے کتنے عمدہ گھر بناتے ہیں، تم اپنا گھر کب بنوا رہی ہو؟''

والدہ نے کہا، ہاں! میں نیا مکان ضرور بنواؤں گی۔'' یہ سن کر خالہ فوراً بولیں، ''سنو! نیا مکان تعمیر کرنے کے لیے کیا روپے نہیں لگتے؟ کیا تم نے اتنے روپے جمع کر رکھے ہیں؟''

اس پر والدہ نے کہا، ''ہاں ہیں میرے پاس روپے۔'' والدہ کی اس بات پر میں چونک پڑا۔ ستارا جانے کے لیے کرائے کی رقم نہیں تھی اسی لیے پچھلے آٹھ دنوں سے میں گھر میں بیٹھا ہوا تھا۔ ماں کہہ رہی تھی کہ ہاں! ہیں میرے پاس روپے۔ میں حیران تھا اسی لیے ان کی باتیں دھیان سے سننے لگا۔

نانو خالہ نے حیرت سے پوچھا، ''کتنے پیسے ہیں تمھارے پاس؟ اور تم نے وہ کہاں رکھ چھوڑے ہیں؟ اس سے پہلے تم نے مجھ سے تذکرہ کیوں نہیں کیا؟'' یہ سن کر والدہ نے نہایت سنجیدہ لہجے میں جواب دیا، ''میرے پاس روپے ہیں لیکن وہ بینک میں رکھے ہوئے ہیں۔''

یہ سن کر میں بھی چونک پڑا۔ میری نیند اُڑ گئی۔ مجھ سے زیادہ حیرانی نانو خالہ کو ہوئی۔

''روپے بینک میں رکھے ہیں! ارے واہ! بھلا کتنے روپے؟ اور کون سے بینک میں رکھے ہیں؟'' نانو خالہ والدہ کا جواب سننے کے لیے بے چین تھیں۔

والدہ نے کہا، ''دیکھو نانو بائی! پیچھے جو میرا لڑکا سویا ہوا ہے نا، میں اسے پڑھا رہی ہوں۔ پڑھ لکھ کر بڑا ہوگا تو اسے نوکری ملے گی۔ نوکری ملنے پر اس کی تنخواہ میں سے پیسے لوں گی اور نیا مکان بنواؤں گی۔ اری دیوانی! میرا بیٹا ہی تو میری بینک کی بچت ہے۔''

والدہ کا جواب سن کر نانو خالہ چلی گئی تھیں۔ میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس بات پر مجھے آج بھی حیرت ہوتی ہے کہ اس زمانے میں میری والدہ جو اَن پڑھ تھیں، انھیں کیا پتا کہ بینک کیا چیز ہے؟ میں کالج کی تعلیم چھوڑ کر اپنا ہی نقصان کروں یہ تو بڑی نامناسب بات ہے۔ اب چاہے جو بھی ہو، مجھے کالج جانا چاہیے، پڑھائی کرنا چاہیے۔ مجھے اچھے نمبرات سے کامیاب ہوکر نوکری حاصل کرنا ہوگی اور والدہ کے لیے مکان بنوانا ہوگا۔ اس خیال سے میں روہانسا ہوگیا۔ میری نیند اُڑ چکی تھی۔ کرائے کے پیسے نہیں ہیں تو کیا ہوا، میں پیدل ہی ستارا چلا جاؤں گا۔ میں نے ارادہ کرلیا کہ میں اب نہیں رُکوں گا۔ میں نے اپنی والدہ سے کہہ دیا کہ میں شام میں ستارا کے لیے روانہ ہوجاؤں گا۔ والدہ نے سمجھایا کہ ''رات میں کہاں ٹھہرو گے، اب صبح جانا۔''

میرے ایک دوست اشوک نے اپنی مزدوری کی رقم سے مجھے دس روپے دیے۔ اس رقم سے میں پونہ پہنچا۔ ہمارے گاؤں کے ایک پولس پوپٹ راؤ کدم وہاں رہتے تھے۔ ان سے بیس روپے لے کر سیدھا ستارا پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر پڑھائی میں مصروف ہوگیا۔ مجھے چین کہاں تھا؟ مجھ پر جب کبھی نیند کا غلبہ ہونے لگتا تو والدہ کے جملے میرے کانوں میں گونجنے لگتے، ''میرا بیٹا ہی میری بینک کی بچت ہے''

گزشتہ دنوں میں نے اپنی والدہ کے لیے مکان تعمیر کروایا۔ وہ انھیں بہت پسند آیا۔ میں خوش تھا کہ میری کوششوں سے والدہ کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا۔ آج والدہ ہمارے درمیان نہیں ہیں۔ ہم اس گھر کو 'ماں کا گھر' کہتے ہیں۔

معنی و اشارات

بوسیدہ	–	پرانا	Decayed, old
اوجھل ہونا	–	غائب ہونا	Become invisible
گپ شپ	–	بات چیت	Light conversation
چونک پڑنا	–	غفلت سے ہوشیار ہونا	Startle
نیند اُڑنا	–	نیند نہ آنا	Have one's sleep broken
روہانسا	–	رونے کے قریب	Tearful
غلبہ ہونا	–	حملہ ہونا	Sway supremacy
خواب شرمندۂ تعبیر ہونا	{	خواب سچ ہونا	Dream to become true

مشق

❂ جملوں میں استعمال کیجیے۔

چیخ پکار ، اوجھل ہونا ، گپ شپ ، نیند اڑنا ، چونک پڑنا، غلبہ ہونا

❂ واحد یا جمع لکھیے ۔

مکان ، وقت ، اولاد ، روپے ، پیسے ، رقم ، نمبرات ، بستی

❂ دیے ہوئے بیانات کی صحیح وجہ تلاش کر کے لکھیے ۔

۱۔ گھر کے پچھلے حصے کا ایک ٹکڑا گر گیا تھا۔

(الف) مکان بہت پرانا اور بوسیدہ ہوگیا تھا۔

(ب) مکان میں بہت بڑا سانپ نکل آیا تھا۔

(ج) مکان نئے سرے سے تعمیر کرنا تھا۔

۲۔ مصنف پچھلے آٹھ دنوں سے گاؤں میں ٹھہرا ہوا تھا۔

(الف) ستارا واپسی کے لیے کرایہ نہ تھا۔

(ب) ستارا واپس جانا ہی نہیں چاہتا تھا۔

(ج) ستارا کے زلزلے سے ڈر رہا تھا۔

❂ غلط بیان کی نشاندہی کیجیے۔

(الف) ۱۔ نانو خالہ مصنف کی والدہ کی بہن تھیں۔

۲۔ نانو خالہ مصنف کی والدہ کی ہم عمر تھیں۔

۳۔ نانو خالہ مصنف کی پڑوسن تھیں۔

(ب) ۱۔ مصنف پیدل ہی ستارا چلا گیا۔

۲۔ مصنف اشوک کے دس روپے میں پونہ پہنچا۔

۳۔ مصنف پوپٹ راؤ کدم کے بیس روپے میں ستارا پہنچ گیا۔

❂ درج ذیل فقروں کے لیے صرف ایک لفظ لکھیے ۔

۱۔ والد اور والدہ – ....

۲۔ گھر کا آس پاس – ....

۳۔ جو پڑھنا لکھنا نہ جانتا ہو – ....

۴۔ رونے کے قریب ہوگیا – ....

❂ مصنف کے گھر کا حال بیان کیجیے۔

❂ ''میرا بیٹا ہی تو میری بینک کی بچت ہے۔'' اس جملے کی وضاحت کیجیے۔

❂ مصنف اچھے نمبرات سے کامیاب ہوکر نوکری حاصل کرنا چاہتا تھا۔اس خیال کے بارے میں اپنی رائے لکھیے ۔

❂ اس گھر کو 'ماں کا گھر' کہتے ہیں۔ وجہ لکھیے ۔

> کسی انسان کی زندگی میں سب سے زیادہ اہم چیز عمل کا جذبہ ہے۔
> آدمی کے اندر عمل کا جذبہ پیدا ہوجائے تو اس کے اندر کی سوئی ہوئی قوتیں بیدار ہوجاتی ہیں۔

٦۔ گیہوں کا دانہ

ٹالسٹائی

پہلی بات : آپ نے ابتدائی جماعتوں میں ایک کہانی پڑھی ہوگی؛ ایک کتّے کو ہڈّی ملی۔ وہ ہڈّی منہ میں دبائے ایک چھوٹے پل پر سے گزر رہا تھا۔ اُس کی نظر پانی میں اپنی پرچھائیں پر پڑی۔ اُس نے دیکھا کہ پانی میں ایک اور کتّا بھی ہڈّی منہ میں دبائے جا رہا ہے۔ اُس کے دل میں لالچ پیدا ہوئی اور وہ اُس کی ہڈّی چھیننے کے لیے بھونکنے لگا۔ اُس نے جوں ہی بھونکنے کے لیے منہ کھولا اُس کی ہڈّی بھی پانی میں گر گئی۔ یاد رکھیے! جو دوسروں کے مال کی لالچ کرتے ہیں وہ اپنا مال بھی کھو دیتے ہیں۔

ذیل کی کہانی میں یہی بتایا گیا ہے کہ جب تک انسان ایمانداری سے خود محنت کرتا تھا اُس کے اناج میں برکت ہوتی تھی۔ جب اُس کے دل میں لالچ پیدا ہوئی تو برکت بھی ختم ہوگئی۔

جان پہچان : ٹالسٹائی کا پورا نام لیونکولائی وچ ٹالسٹائی ہے۔ وہ ۱۸۲۸ء میں روس کے شہر پولیانا میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے روسی زبان میں کہانیاں لکھ کر شہرت حاصل کی۔ ان کا ناول 'جنگ اور امن' دنیا بھر میں مشہور ہے۔ ٹالسٹائی نے مذہبی مضامین بھی لکھے ہیں۔ ۱۹۱۰ء میں ان کا انتقال ہوا۔

ایک دن چند بچّوں کو کھیلتے ہوئے چٹان کے شگاف میں ایک دانہ ملا جو گیہوں کے دانے کی طرح تھا لیکن اس کی جسامت کبوتر کے انڈے کے برابر تھی۔ اسی اثنا میں ادھر سے ایک مسافر گزرا۔ اس نے بھی وہ دانہ دیکھا اور بچوں کو چار پیسے دے کر ان سے دانہ لے لیا۔ شہر پہنچ کر مسافر نے اس عجیب و غریب دانے کو بادشاہ کے ہاتھ اچھی قیمت میں فروخت کر دیا۔

بادشاہ نے اپنے عالموں اور پنڈتوں کو طلب کیا۔ اس نے انھیں دانہ دکھایا اور اس کی کیفیت دریافت کی۔ ان لوگوں نے بہت غور کیا۔ اپنی اپنی کتابوں کے ورق اُلٹے پلٹے مگر اس کے متعلّق کچھ فیصلہ نہ کر سکے۔ بادشاہ نے اس دانے کو ایک کھڑکی پر رکھ دیا۔ ایک دن ایک مرغی نے اس میں ٹھونگ مار مار کر اسے کھدرا کر دیا۔ اس کے بعد اسے غور سے دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اناج کا ایک دانہ ہے۔

عالموں اور پنڈتوں نے بادشاہ سے کہا، ''سرکار! یہ اناج کا دانہ ہے۔'' بادشاہ کو بہت حیرت ہوئی۔ اس نے ان سے کہا، ''اچھا، یہ دریافت کرو کہ دانہ کب اور کہاں پیدا ہوا؟''

عالموں نے پھر غور کیا، کتابیں دیکھیں لیکن اس دانے کے بارے میں کوئی بات معلوم نہ ہوسکی۔ ان لوگوں نے بادشاہ سے عرض کیا، ''اس دانے کے بارے میں ہم لوگ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہماری کتابوں میں اس کے متعلّق کوئی ذکر نہیں۔ اگر کسانوں سے دریافت کیا جائے تو شاید کوئی بات معلوم ہو سکے۔ ممکن ہے کسی نے اپنے باپ دادا سے سنا ہو کہ اتنا بڑا دانہ کب اور کہاں پیدا ہوا تھا۔''

بادشاہ نے حکم دیا کہ کسی بوڑھے کسان کو دربار میں حاضر کیا جائے۔ کارندے ایک بہت بوڑھے کسان کو ڈھونڈ کر لائے۔ کسان کی کمر جُھکی ہوئی تھی، چہرے پر مُردنی چھائی تھی، منہ میں ایک بھی دانت نہ تھا۔ دونوں ہاتھوں سے لکڑیاں ٹیکتے ٹیکتے وہ جیسے تیسے بادشاہ کے سامنے حاضر ہوا۔

بادشاہ نے دانہ اُسے دِکھایا۔ بڑی مشکل سے اس نے دیکھا، ہاتھوں میں لے کر ٹٹولا۔ اس کے بعد بادشاہ نے دریافت کیا، ''بڑے میاں! کیا تم بتا سکتے ہو کہ اتنا بڑا دانہ کہاں پیدا ہوا تھا؟ کیا تم نے کبھی ایسے دانے خریدے ہیں یا کبھی اپنے کھیت میں بوئے ہیں؟''

بوڑھا قریب قریب بہرا تھا۔ بادشاہ کی ایک بات بھی اس نے نہ سنی۔ بہت مشکل سے بادشاہ کا مطلب اس کو سمجھایا گیا۔ اس نے جواب دیا، ''نہیں حضوٗر۔ میں نے اپنے کھیت میں اتنا بڑا دانہ کبھی نہیں بویا اور نہ کبھی خریدنے کا اتّفاق ہوا۔ آپ میرے والد سے دریافت فرمائیں، شاید انھیں کچھ حال معلوٗم ہو۔''

بادشاہ نے اس کسان کے باپ کو بلوایا۔ کارندے اسے تلاش کر کے لائے۔ وہ ایک لکڑی کے سہارے چلتا تھا۔ بادشاہ نے وہ دانہ اسے بھی دِکھایا۔ اس کی آنکھیں اب تک کام کرتی تھیں۔ اس نے دانے کو اچھی طرح الٹ پلٹ کر دیکھا۔ بادشاہ نے دریافت کیا، ''بڑے میاں! کیا تم بتا سکتے ہو کہ یہ دانہ کہاں پیدا ہوا ہوگا؟ کیا تم نے کبھی ایسے دانے اپنے کھیت میں بوئے یا خریدے ہیں؟''

اگرچہ بوڑھا کسی قدر اونچا سنتا تھا مگر اپنے بیٹے کے مقابلے میں وہ بہت آسانی سے بادشاہ کا مطلب سمجھ گیا۔ اس نے جواب دیا، ''نہیں سرکار! میں نے اپنے کھیتوں میں اتنا بڑا دانہ کبھی نہیں بویا۔ رہی خریدنے کی بات سوا سے خریدنے کی نوبت بھی کبھی نہیں آئی کیونکہ میرے زمانے میں روپے پیسے کا رواج نہ تھا۔ کسی کو جب کسی چیز کی ضرورت ہوتی بھی تو وہ دوسری چیزوں سے اس کا تبادلہ کرالیتا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ دانہ کہاں پیدا ہوا ہوگا۔ میرے زمانے کا اناج آج کل کے اناج سے بڑا ہوتا تھا اور اس میں غذائیت بھی زیادہ ہوتی تھی لیکن اتنا بڑا دانہ میں نے نہیں دیکھا۔ ہاں میں نے اپنے باپ سے سنا تھا کہ ان کے زمانے میں اناج کا دانہ بہت بڑا ہوتا تھا اور اس میں آٹا بھی بہت زیادہ ہوتا تھا۔ مناسب ہوگا کہ آپ انھی سے دریافت کریں۔ شاید ان سے اس کی کیفیت معلوٗم ہو جائے۔''

بادشاہ نے اس کے باپ کو بھی بلایا۔ وہ بھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ کسی سہارے کے بغیر بادشاہ کے سامنے پہنچا۔ اس کی بینائی ٹھیک تھی اور وہ اچھی طرح سن بھی سکتا تھا۔ آواز صاف تھی۔ بادشاہ نے اس کو وہ دانہ دِکھایا۔ بوڑھے نے اس دانے کو بڑے غور سے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ پھر کہا، ''بہت دنوں کے بعد آج میں نے ایسا خوب صورت دانہ دیکھا ہے۔'' اتنا کہہ کر اس نے دانے کا ایک ٹکڑا توڑا اور کہا، ''ہاں، بالکل ویسا ہی ہے۔''

بادشاہ نے دریافت کیا، ''بڑے میاں! ذرا بتاؤ، یہ دانہ کہاں اور کس زمانے میں پیدا ہوتا تھا؟ کیا تم نے ایسے دانے کبھی خریدے یا اپنے کھیت میں بوئے ہیں؟''

بوٗڑھے نے جواب دیا، ''حضور! میرے زمانے میں ہر جگہ اسی قسم کا اناج پیدا ہوتا تھا۔ میری پرورش اسی اناج پر ہوئی ہے۔ سب لوگ یہی اناج کھاتے تھے۔ یہی ہم بوتے اور کاٹتے تھے۔''

بادشاہ نے پوچھا، ''بڑے میاں! یہ کہو کہ تم اناج خریدتے بھی تھے یا اپنے ہی کھیتوں میں پیدا کرتے تھے؟''

بوڑھے نے جواب دیا، ''حضوٗر! میرے زمانے میں اناج کو بیچنے یا خریدنے کی غلطی کوئی نہیں کرتا تھا۔ ہر شخص اپنے لیے افراط سے غلّہ پیدا کر لیتا تھا۔''

بادشاہ نے کہا، ''بڑے میاں! میری دو باتوں کا جواب دو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس زمانے میں زمین سے بڑے دانے

کیوں پیدا ہوتے تھے؟ اب اتنے بڑے دانے کیوں پیدا نہیں ہوتے؟ دوسری بات یہ کہ تمھارا پوتا دو لکڑیوں کے سہارے چلتا ہے اور تمھارا بیٹا ایک لکڑی کے سہارے لیکن تم کسی سہارے کے بغیر چلتے ہو۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ تمھاری بینائی بھی قائم ہے۔ دانت بھی مضبوط ہیں۔ آواز بھی صاف ہے۔ ایسا کیوں ہے؟''

بوڑھے نے جواب دیا، ''وجہ یہ ہے کہ انسان نے خود کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اس نے دوسروں کی محنت کے سہارے زندگی بسر کرنا شروع کر دیا ہے۔ پرانے زمانے میں تو لوگ خدا کے احکام کی پیروی کرتے ہوئے جو کچھ پیدا کرتے تھے، اسی پر قناعت کرتے تھے۔ انھیں دوسروں کی پیداوار کا لالچ نہیں تھا۔''

معنی و اشارات

کھردرا	-	کھردرا	Rough
شگاف	-	دراڑ	Crack
افراط	-	کثرت	Abundance
بینائی	-	دیکھنے کی قوت	Eyesight
کارندے	-	کام کرنے والے	Workers
قناعت	-	تھوڑی سی چیز پر راضی اور خوش رہنا، صبر	Contentment
اثنا	-	دوران	During, meanwhile
نوبت	-	باری، حالت، فرصت	Occasion, period, opportunity
پرورش	-	پالنا، تعلیم و تربیت	Foster
غذائیت	-	کسی شے میں غذا کا عنصر پایا جانا	Nutrition
ٹھونگ	-	چونچ	Beak, bill

مشق

- سبق کے تینوں بوڑھوں کی جسمانی کیفیت کا موازنہ کر کے لکھیے۔
- تیسرے بڑے میاں کے زمانے میں سرزد نہ ہونے والی غلطیوں کو لکھیے۔
- بادشاہ کے ذریعے تینوں بوڑھوں سے پوچھے ہوئے سوال تحریر کیجیے۔
- پہلے بڑے میاں کا آخری بڑے میاں سے رشتہ بتائیے۔
- آخری بڑے میاں کی اچھی صحت کی وجہ لکھیے۔
- بادشاہ کے پنڈتوں اور عالموں کو بلوانے کا سبب لکھیے۔
- سبق سے ذیل کے الفاظ کی واحد/جمع تلاش کر کے لکھیے۔

  اوراق ، احکام ، ٹکڑا ، کارندہ
- ذیل کے ہم معنی الفاظ سبق سے تلاش کر کے لکھیے۔

  ا۔ حالت　　۲۔ دوران

  ۳۔ بصارت　　۴۔ موقع
- ذیل کے جملے میں علاماتِ اوقاف لگائیے۔

  عالموں اور پنڈتوں نے بادشاہ سے کہا سرکار یہ اناج کا دانہ ہے
- گیہوں کے دانے کے سفر کو ترتیب سے لگائیے۔

  ا۔ بادشاہ کے پاس

  ۲۔ بچوں کے پاس

  ۳۔ عالموں پنڈتوں کے پاس

  ۴۔ بڑے میاں کے پاس

جملہ : مبتدا اور خبر

ذیل کی سطریں غور سے پڑھیے:

۱۔ کھڑکی اس پر بادشاہ رکھ دیا دانے نے کو
۲۔ حیرت کو بہت ہوئی بادشاہ
۳۔ حاضر سامنے بادشاہ ہوا کے

ہم دیکھتے ہیں کہ تین سطروں میں یہ مختلف الفاظ لکھے گئے ہیں۔ انھیں پڑھنے پر کوئی مکمل بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اب انھی لفظوں کو ذیل کی سطروں میں پڑھیے۔

۱۔ بادشاہ نے اس دانے کو کھڑکی پر رکھ دیا۔
۲۔ بادشاہ کو بہت حیرت ہوئی۔
۳۔ بادشاہ کے سامنے حاضر ہوا۔

پہلی مثالوں میں آنے والے الفاظ دوسری مثالوں میں ایک خاص ترتیب سے آئے ہیں اس لیے اب انھیں پڑھ کر ہر سطر سے ایک پوری بات ہمیں معلوم ہوتی ہے۔

الفاظ کا ایسا مجموعہ جسے پڑھنے سے بات سمجھ میں آتی ہے، اسے **'جملہ'** کہتے ہیں۔

ذیل کے خانے میں دوسری مثالوں کے جملے پھر لکھے جارہے ہیں۔ ان پر توجہ دیجیے۔

مبتدا	خبر
بادشاہ نے	اس دانے کو کھڑکی پر رکھ دیا
بادشاہ کو	بہت حیرت ہوئی
بادشاہ کے سامنے	حاضر ہوا
سادہ جملہ	

ہر جملہ دو حصوں میں تقسیم ہوگیا ہے۔ اس طرح جملے کے دو حصوں میں سے پہلے حصے سے جملہ شروع ہو رہا ہے اور دوسرے میں پہلے حصے کے بارے میں کوئی بات بتائی جارہی ہے۔ جب جملہ ایسے دو حصوں میں تقسیم ہوجائے تو پہلے حصے کو **'مبتدا'** اور دوسرے حصے کو **'خبر'** کہتے ہیں۔

اوپر کے ہر جملے میں ایک مبتدا اور ایک ہی خبر ہے۔ اس لیے اسے **'سادہ جملہ'** کہتے ہیں۔

❂ ذیل کے جملوں کو مبتدا اور خبر میں الگ کیجیے۔

۱۔ بادشاہ نے دانہ اسے دِکھایا۔
۲۔ بوڑھا قریب قریب بہرا تھا۔
۳۔ میری پرورش اسی اناج پر ہوئی ہے۔

❂❂❂❂❂

اعراب

آپ حروفِ علت (vowels) کے بارے میں جانتے ہیں۔

ذیل کی آوازیں ادا کیجیے۔

آ - اے - او - ای

آپ نے کیا محسوس کیا؟ یہی کہ یہ آوازیں کسی قدر طویل یعنی لمبی ہیں جیسے:

آگرہ میں آ	کتاب میں تا
خزانے میں نے	بےمثال میں بے
کوئی میں کو	کھو میں ہو
نمونہ میں مو	صورت میں صو
دہلی میں لی	دید میں دی

اب ان الفاظ کی آوازوں پر توجہ دیجیے۔

اَب میں اَ	رَس میں رَ
اِن میں اِ	دِن میں دِ
اُدھر میں اُ	صُبح میں صُ

ا، ر، د اور ص میں جو علامات لگائی گئی ہیں وہ آ، او، ای کے مقابلے میں مختصر ہیں۔ طویل آوازوں کو ا، و، ی/ ے سے لکھا جاتا ہے جبکہ مختصر آوازوں کے لیے اُردو میں کچھ عربی علامات استعمال کی جاتی ہیں۔ ان علامتوں کو زبر، زیر اور پیش کہتے ہیں جنھیں اوپر کی پہلی، دوسری اور تیسری مثالوں میں ظاہر کیا گیا ہے یعنی ـَــ ـِــ ـُــ۔ ان علامتوں کو اعراب کہتے ہیں۔

❂ ذیل کے لفظوں پر اعراب لگائیے۔

گنبد ، عمارت ، مثال ، گل ، اترتے ، اداس

۷۔ ہاکی کا ایک اور جادوٗگر

احمد اقبال

پہلی بات : کھیل کود ہماری زندگی کا حصہ اور تفریح کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ بے شمار لوگوں نے اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر کے اس میدان میں نام کمایا۔ ہمارے ہاں کھیلوں میں کرکٹ کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہے اسی لیے اس کے کئی کھلاڑی بہت مشہور ہیں۔ ہاکی ہمارا قومی کھیل ہے۔ میجر دھیان چند کے بعد جدید ہاکی کے کھیل میں ایک اور شخصیت ہمارے ملک میں ہوگزری ہے جن کا گزشتہ دنوں انتقال ہوا۔ یہ سبق جدید ہاکی کے اسی جادوگر محمد شاہد کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے۔

جان پہچان : احمد اقبال ۵؍نومبر ۱۹۴۰ء کو اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ وہ تقریباً ۳۵؍ برسوں تک درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ ان کے خاکوں کے دو مجموعے 'میرا شہر میرے لوگ' حصہ اوّل و حصہ دوم شائع ہو چکے ہیں۔ انھوں نے قمر اقبال کا مجموعۂ کلام مرتب کیا۔ بچوں کے لیے کہانیاں اور مضامین بھی لکھے جو مقامی اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ آکاش وانی اورنگ آباد سے بچوں کا پروگرام 'کھلتی کلیاں' بھی پیش کرتے رہے۔

آج کل کرکٹ کا بڑا چرچا ہے۔ جسے دیکھو بس کرکٹ ہی کی بات کرتا ہے۔ لیکن ایک اور کھیل ہاکی بھی ہے جسے ہمارے ملک میں قومی کھیل کا درجہ حاصل ہے۔

میجر دھیان چند کو ہاکی کا جادوگر کہا جاتا ہے۔ ان کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ انھیں ملک کے بڑے بڑے اعزازات جیسے پدم بھوشن، راجیو گاندھی کھیل رتن، ارجن ایوارڈ اور راشٹریہ درونا چاریہ پرسکار سے نوازا گیا ہے۔

آج ہم آپ کو ہاکی کے دوسرے جادوگر محمد شاہد کے بارے میں بتاتے ہیں۔ وہ لکھنؤ کے اسپورٹس کالج کے طالب علم تھے۔ چھے بھائیوں اور تین بہنوں میں وہ سب سے چھوٹے تھے۔ ان کے والد بنارس کے اردلی بازار میں چائے کی ایک چھوٹی سی دکان چلاتے تھے۔ یوں تو محمد شاہد نے بچپن ہی سے ہاکی کھیلنا شروع کر دیا تھا۔ کھیل سے ان کا لگاؤ اور آغا خان کپ ٹورنمنٹ میں ان کی بہترین کارکردگی کو دیکھتے ہوئے انھیں ۱۹۷۹ء میں قومی ہاکی ٹیم میں شامل کر لیا گیا۔ اس وقت ان کی عمر محض اُنیس برس تھی۔ قومی ہاکی ٹیم میں شامل ہونے کے فوری بعد انھیں فرانس کے مقابل جونیئر ورلڈ کپ میں اپنی بہترین صلاحیتیں دِکھانے کا موقع ملا۔ اس کے بعد ۱۹۸۰ء میں کیپٹن واسو دیون کی قیادت میں سینئر ٹیم میں شمولیت کے بعد کوالالمپور میں چار ملکوں کے درمیان ہونے والے ٹورنمنٹ میں ان کی مخفی صلاحیتیں اُبھر کر سامنے آئیں۔ یہیں سے ان میں زبردست جوش، اُمنگ اور حوصلہ پیدا ہوا۔ وہ مسلسل تین اولمپک کھیلوں میں ہندوستانی ہاکی ٹیم کے سرگرم رکن رہے۔

محمد شاہد کے کھیل میں دن بہ دن نکھار آتا گیا۔ ان کے شائقین کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ جس نے بھی انھیں کھیلتے ہوئے دیکھا ان کی صلاحیتوں کا قائل ہو گیا۔ ٹیم میں ان کی شمولیت سے جیت کا امکان بڑھ جاتا تھا۔ وہ ہاکی اسٹک سے بال کو اتنی مہارت اور تیزی اور کبھی کبھی آہستگی سے ہٹ لگاتے کہ دیکھنے والا سمجھ ہی نہیں پاتا کہ وہ آخر بال کو کس طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ میدان پر ان کی تیز رفتاری، ہاف پُش، ہاف ہٹ، چکمہ دینے (ڈِربلنگ) کی تکنیک کے فن میں ان کی برابری کرنے والا کوئی دوسرا کھلاڑی نظر نہیں آتا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تکنیک ان ہی کی ایجاد کردہ ہے۔

خیال رہے کہ تقریباً سو سال کی ہاکی کی تاریخ میں محمد شاہد سے بڑا اس فن کا چکمہ باز نہیں ہوا۔ کئی کھلاڑیوں نے اس کو اپنانے کی کوشش بھی کی۔ البتّہ ایک کھلاڑی دھن راج پِلّے جو محمد شاہد کے زبردست مداح اور بعد میں ٹیم کے کپتان بھی بنے، اس تکنیک کو اپنانے میں کامیاب ہوئے تھے۔

محمد شاہد بڑی تیزی سے قومی ہاکی ٹیم میں ترقّی کی منازل طے کرتے گئے۔ ۱۹۸۰ء میں ماسکو میں ہونے والے اولمپک کھیلوں میں گولڈ میڈل جیتنے والی ہاکی ٹیم کے کپتان اور ڈربلنگ کے بے تاج بادشاہ کے طور پر آج بھی وہ عزّت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ ۱۹۸۲ء میں دہلی میں ہونے والے ایشین کھیلوں کے موقع پر انھیں ایک اور ہونہار کھلاڑی ظفر اقبال کا ساتھ ملا تھا۔ پوری ٹیم کی مجموعی کارکردگی اور ان دونوں کھلاڑیوں کے کھیل کا شاندار مظاہرہ دیکھ کر ساری دنیا نے اس جوڑی کا لوہا مان لیا۔

۱۹۸۰ء میں کراچی میں کھیلی گئی چمپئن شپ میں انھیں 'بہترین فارورڈ کھلاڑی' قرار دیا گیا۔ ان کی قیادت میں ۱۹۸۲ء کے ایشین کھیلوں میں ٹیم کو سلور میڈل اور ۱۹۸۶ء میں برانز میڈل ملا تھا۔ انھیں ایشین آل اسٹار ٹیم میں جگہ بھی ملی تھی۔ ۸۲-۱۹۸۱ء میں ممبئی میں منعقدہ ورلڈ کپ کے ساتھ ساتھ لاس اینجلز اولمپکس اور سیول ایشین کھیلوں میں بھی ان کی کارکردگی عمدہ رہی تھی۔

محمد شاہد کی آل راؤنڈ خدمات کے پیشِ نظر حکومت نے انھیں کئی اعزازات سے نوازا جن میں ارجن ایوارڈ اور پدم وِبھوشن شامل ہیں۔ انھیں ریل کے محکمے میں اسپورٹس آفیسر کے طور پر ملازمت دی گئی۔

۱۹۹۰ء میں پروین بیگم سے محمد شاہد کی شادی ہوئی۔ ان کے دو جڑواں بچے سَیف اور خیّام ہیں۔ محمد شاہد کا انتقال ۲۰ر جولائی ۲۰۱۶ء کو ہوا۔

مشق

- محمد شاہد کو قومی ہاکی ٹیم میں شامل کرنے کی وجوہات لکھیے۔
- دھن راج پلے کے متعلق مصنف کے خیالات لکھیے۔
- محمد شاہد اور ظفر اقبال کے بارے میں پیش کی گئی معلومات لکھیے۔
- ویب خاکہ مکمل کیجیے۔

میجر دھیان چند کو
.... | .... | .... | ....

- محمد شاہد کے کھیل کی خصوصیات لکھیے۔
- اولمپک کھیلوں میں محمد شاہد کی شمولیت کے بارے میں لکھیے۔
- انٹرنیٹ کی مدد سے لاس اینجلز اولمپکس اور سیول ایشین کھیلوں کی تاریخ معلوم کیجیے۔
- محمد شاہد کو حاصل ہونے والے حکومتی اعزاز

محمد شاہد کو بحیثیت کھلاڑی ملنے والے خطاب
.... | .... | .... | ....

- ہاکی کھلاڑی محمد شاہد نے سلسلہ وار ان مقابلوں میں حصہ لیا۔

.... ← .... ↓ .... → ....

- مناسب الفاظ سے خالی جگہ پُر کیجیے۔

ا۔ جدید ہاکی کا جادوگر................کو کہا جاتا ہے۔
(دھیان چند ، محمد شاہد ، دھن راج پلّے)

۲۔ جونیئر ورلڈ کپ میں .... کے مقابل محمد شاہد کو اپنی صلاحیتیں دِکھانے کا موقع ملا۔
(جرمنی ، فرانس ، پاکستان)

۳۔ ۱۹۸۲ء ایشین کھیلوں کے موقع پر محمد شاہد کو .... کا ساتھ ملا۔
(دھن راج پلّے، کیپٹن واسو دیون، ظفر اقبال)

۴۔ ماسکو میں ہونے والے اولمپک کھیلوں میں گولڈ میڈل جیتنے والی ٹیم کے کپتان .... تھے۔
(ظفر اقبال، محمد شاہد، واسو دیون)

❂ محمد شاہد کی نجی زندگی کے بارے میں لکھیے۔

❂ ہاکی کھیل اور کھلاڑیوں کی اصطلاحات لکھیے۔

قواعد

اجزائے کلام

ان جملوں کو غور سے پڑھ کر خط کشیدہ لفظوں پر دھیان دیجیے۔

۱۔ چائے کی ایک چھوٹی سی دکان چلاتے تھے۔
۲۔ وہ لکھنؤ کالج کے طالب علم تھے۔
۳۔ ان کی مخفی صلاحیتیں اُبھر کر سامنے آئیں۔
۴۔ محمد شاہد نے تیزی سے ترقی کی۔
۵۔ وہ بڑی آہستگی سے ہٹ لگاتے۔

خط کشیدہ لفظوں کی ترتیب یہ ہے:

۱۔ چائے ، دکان ، لکھنؤ، کالج، طالب علم، صلاحیتیں، محمد شاہد، ترقی، ہٹ
۲۔ چھوٹی سی، مخفی
۳۔ وہ، ان
۴۔ چلاتے تھے۔آئیں، کی، لگاتے
۵۔ تیزی سے، آہستگی سے

الفاظ کی پہلی مثالوں کو **’اسم‘** کہتے ہیں۔یعنی کسی شخص ، چیز، جگہ، وغیرہ کے نام۔

الفاظ کی دوسری مثالوں کو **’صفت‘** کہتے ہیں۔یعنی کسی شخص، چیز، جگہ وغیرہ کی خصوصیت۔

الفاظ کی تیسری مثالوں کو **’ضمیر‘** کہتے ہیں۔یعنی کسی شخص، چیز، جگہ وغیرہ کے بدلے آنے والا لفظ۔

الفاظ کی چوتھی مثالوں کو **’فعل‘** کہتے ہیں۔یعنی کسی شخص، چیز، جگہ وغیرہ کا کام۔

اور الفاظ کی پانچویں مثالوں کو **’متعلق فعل‘** کہتے ہیں۔یعنی کسی کام کی خصوصیت۔

اس طرح جملے میں آنے والے تمام الفاظ کو اسم، صفت، ضمیر، فعل، متعلق فعل وغیرہ کے نام دیے جاتے ہیں۔کسی چیز، کام اور ان کی خصوصیات بتانے والے یہ الفاظ **’اجزائے کلام‘** (Parts of speech) کہلاتے ہیں۔

❂ نیچے دیے ہوئے خانوں میں تین تین اسم لکھیے۔

شخص	چیز	جگہ
....	....	....

جواہر پارے

* جسم پانی سے پاکیزہ ہوتا ہے اور دل سچائی سے۔
* جسمانی اور ذہنی صحت پر خاموشی کا بہت اثر پڑتا ہے۔ انسان اپنے اندر جتنی قوتیں جمع کرتا ہے ان میں سے بہت سی قوتیں بولنے میں خرچ ہو جاتی ہیں۔
* ’اپنی مدد آپ‘ کامیابی کا سب سے بڑا اُصول ہے۔
* وقت کو کارِ خیر میں صرف نہ کیا جائے تو وہ انسان کو کارِ شر میں مبتلا کر دیتا ہے۔
* بہترین یادداشت وہ ہے جس میں انسان اپنی نیکیاں اور دوسروں کی برائیاں بھول جاتا ہے۔

***

۸۔ پولیوشن حاضر ہو

عبدالرّب کاردار

پہلی بات : ایک شخص ہاتھ میں چھڑی تھامے اسے فضا میں لہراتا ہوا چلا جارہا تھا۔ اچانک چھڑی ایک راہ گیر کی ناک سے ٹکرائی تو وہ آپے سے باہر ہوگیا اور اسے ڈانٹا۔ وہ شخص بجائے شرمندہ ہونے کے کہنے لگا، ''جناب! یہاں ہر شخص کو آزادی ہے کہ وہ اپنی چیزوں کو جس طرح چاہے استعمال کرے۔'' یہ سن کر راہ گیر نے کہا، ''تم سچ کہتے ہو مگر تمھاری آزادی وہاں ختم ہوجاتی ہے جہاں سے میری ناک شروع ہوتی ہے۔'' اس سے پتا چلا آزادی ہمیں یہ اجازت نہیں دیتی کہ ہم کسی کو تکلیف پہنچائیں۔ یہ جرم ہے۔ ہمارے سماج میں کئی لوگ دوسروں کو تکلیف پہنچاتے ہیں مگر قانون کی پکڑ میں نہیں آتے۔ پولیوشن (آلودگی) بھی ہمارے ملک کے لیے ایک خطرہ ہے۔ آلودگی بڑھانے والے اور اس کی روک تھام میں رکاوٹ بننے والے انسانیت کے مجرم ہیں۔ ذیل کا ڈراما اسی سماجی حقیقت کو پیش کرتا ہے۔

کردار

۱۔ جج	۲۔ سرکاری وکیل
۳۔ کثافت میاں	۴۔ جمنا
۵۔ گنگا	۶۔ تاج محل
۷۔ اردلی	

(عدالت کا منظر)

اردلی : کثافت میاں ولد نجاست میاں حاضر ہو۔ (تین دفعہ آواز لگاتا ہے۔ کثافت میاں داخل ہوتے ہیں اور کٹہرے میں کھڑے ہوجاتے ہیں)

سرکاری وکیل : آپ کا نام؟

کثافت میاں : کثافت میاں عرف پولیوشن۔

سرکاری وکیل : والدہ کا نام؟

کثافت میاں : آلودگی خانم

سرکاری وکیل : کثافت میاں، آپ تو اسم بامسمّٰی ہیں۔ (جج سے مخاطب ہوکر) می لارڈ! اپنے نام کی مناسبت سے یہ ساری دنیا میں کثافت پھیلا رہے ہیں۔ یہ کام انھیں وراثت میں ملا ہے۔ کھیت کھلیان، زمین آسمان، ندیاں سمندر، جنگل اور پہاڑ کثافت میاں عرف پولیوشن نے ہر جگہ کو آلودہ کر رکھا ہے۔

کثافت میاں : حضور! اس میں میرا قصور کم ہے، آپ لوگ اس کے زیادہ ذمّہ دار ہیں۔

سرکاری وکیل : می لارڈ! کثافت میاں خود کو قانون کے پھندے سے بچانے کے لیے دوسروں کو پھانسنے کی کوشش کررہے ہیں۔ ان کے جرائم کے کئی چشم دید گواہ ہیں۔ اجازت ہو تو انھیں عدالت میں پیش کیا جائے۔

جج : اجازت ہے۔

سرکاری وکیل : جمنا دیوی کو پیش کیا جائے۔

اردلی : جمنا دیوی بنت کوہ ہمالیہ حاضر ہو! (جمنا دیوی داخل ہوتی ہیں اور کٹہرے میں کھڑی ہوجاتی ہیں)

سرکاری وکیل : محترمہ جمنا دیوی! آپ کو کثافت میاں کے خلاف کچھ کہنا ہے؟

جمنا دیوی : مجھے کچھ نہیں، بہت کچھ کہنا ہے اس مکّار کے خلاف۔ یہ ڈھونگی ہے، فریبی ہے، قاتل ہے۔ نہ جانے کتنوں کی زندگیاں برباد کی ہیں اس نے۔

جج : محترمہ! یہاں جذبات نہیں چلتے، عدالت کو ثبوت درکار ہیں۔

جمنا دیوی : جج صاحب! اس کے خلاف سیکڑوں ثبوت ہیں میرے پاس۔ سب سے بڑا ثبوت تو میں خود ہوں۔

جج : تم کیا کہنا چاہتی ہو؟

جمنا دیوی : جج صاحب! آپ جانتے ہیں میرے والد کوہ ہمالیہ ہیں اور ماں کا نام گنگوتری ہے۔ قدرت نے مجھے لاجواب رنگ و روپ عطا کیا تھا۔ جنھوں نے ہمالیہ کے دامن میں میرا بچپن دیکھا ہے، وہ جانتے ہیں میں کس قدر صاف و شفاف اور خوب صورت ہوا کرتی تھی۔ لیکن آج دیکھیے کیا حالت ہوگئی ہے میری (رونے لگتی ہے) یہی حال میری بہن گنگا کا ہوا۔ نہ صرف میرے والد والدہ بلکہ اس پولیوشن نے ہمارے سارے خاندان کو تباہ و برباد کرڈالا۔ کس قدر نقصان پہنچایا ہے اس نے ... میں بیان نہیں کرسکتی۔ (روتی ہوئی چلی جاتی ہے)

جج : اگلا گواہ؟

سرکاری وکیل : میری دوسری گواہ ہے گنگا دیوی۔

اردلی : گنگا دیوی بنتِ کوہِ ہمالیہ حاضر ہو! (گنگا دیوی داخل ہوتی ہے۔ اچانک کثافت میاں پر اس کی نظر پڑتی ہے۔ وہ غصّے میں اسے مارنے دوڑتی ہے)

گنگا دیوی : تو ... منحوس پولیوشن ... کالی صورت والے! میں آج تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی!

جج : آرڈر ... آرڈر! محترمہ گنگا دیوی اپنے آپ کو سنبھالیے۔ یہ عدالت ہے۔ آپ عدالت کی توہین کررہی ہیں۔ جو کچھ کہنا ہے عدالت کے کٹہرے میں آکر کہیے۔

گنگا دیوی : ٹھیک ہے، حضور! میں معافی چاہتی ہوں۔ (کٹہرے میں کھڑی ہوجاتی ہے)

سرکاری وکیل : ہاں تو گنگا دیوی! ملزم پولیوشن کے خلاف تمھیں کچھ کہنا ہے؟

گنگا دیوی : جی ہاں! میں پہلی بار اپنے ماں باپ سے جدا ہوکر ہردوار سے کلکتہ جارہی تھی۔ راستے میں مجھے یہ مل گیا۔ کہنے لگا مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ میں بھولی بھالی، اس کی باتوں میں آگئی۔ اس کا ساتھ میرے لیے مصیبت بن گیا۔ ہر شہر میں اس کے درجنوں ملنے والے آنے لگے۔ جو آتا وہ کوئی سوغات ضرور لاتا۔ کوڑا کرکٹ، گندگی، تیزاب، کیڑے مار دوائیں، پولی تھین کی تھیلیاں ... ہر چیز آلودگی بڑھانے والی۔ میرا رنگ روپ بگڑ گیا، جینا مشکل ہوگیا۔ میں رحم کی بھیک مانگتی رہی مگر میری مدد کو کوئی نہ آیا۔ جج صاحب! میں تو یہی کہوں گی کہ اسے سخت سے سخت سزا دی جائے۔

جج : وکیل صاحب! کوئی اور گواہ؟

سرکاری وکیل : میرا تیسرا گواہ ہے تاج محل ولد آگرہ۔

اردلی : تاج محل ولد آگرہ حاضر ہو! (تاج محل عدالت میں آکر کٹہرے میں کھڑا ہو جاتا ہے)

سرکاری وکیل : ہاں تو جناب تاج محل! کثافت میاں عرف پولیوشن سے تمھیں کیا شکایت ہے؟

تاج محل : مجھے اس سے سب سے بڑی شکایت یہ ہے حضور! یہ ناچیز جس کا شمار عجائباتِ عالم میں کیا جاتا ہے، جس کے دیدار کی چاہت میں ساری دنیا سے لوگ جوق در جوق ہندوستان چلے آتے ہیں۔ اس نانہجار کثافت میاں عرف پولیوشن کے سبب میری زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے۔

جج : عدالت جاننا چاہتی ہے اس نے تمھیں کیا نقصان پہنچایا۔

تاج محل : اسی کثافت میاں کی وجہ سے میں پولیوشن کا شکار ہو گیا ہوں۔ متھرا ریفائنری اور اینٹ کی بھٹیوں سے نکلنے والے دھویں نے فضا کو جس بری طرح آلودہ کیا ہے، اس میں میری رنگت پیلی پڑتی جا رہی ہے۔ میرے مرمریں بدن کو جیسے کینسر نے جکڑ لیا ہے۔ اگر اس موذی مرض کا علاج نہ کیا گیا، اس دھویں کے طوفان سے مجھے نہ بچایا گیا تو وہ دن دور نہیں جب لوگ مجھے 'سیاہ تاج' کہیں گے۔ کثافت کو سخت سے سخت سزا دی جائے۔ بس مجھے یہی کہنا ہے۔

جج : کوئی اور گواہ؟

سرکاری وکیل : می لارڈ! اگر میں اسی طرح گواہوں کو پیش کرتا رہوں تو پورا ملک کثافت میاں عرف پولیوشن کے خلاف گواہی دینے یہاں کھڑا ہوگا۔ میری درخواست ہے کہ ان گواہوں کے بیانات ہی پر اس مقدّمے کا فیصلہ کر دیا جائے۔

جج : کثافت میاں! تمھیں اپنی صفائی میں کچھ کہنا ہے؟

کثافت میاں : صفائی سے تو میرا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ میں کیا کہوں، مجھے اپنے گناہوں کا اقرار ہے۔

جج : ٹھیک ہے۔ تمام گواہوں کے بیانات اور ملزم کے اقبالِ جُرم کے بعد عدالت اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ کثافت میاں عرف پولیوشن کو جلا وطنی کی سزا دی جائے۔

کثافت میاں : ہا-ہا-ہا... (زوردار قہقہہ لگاتا ہے) جج صاحب! آپ مجھے جلا وطن کریں یا اس سے بھی بڑی کوئی سزا دیں، آپ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

جج : یاد رکھو! تم عدالت میں ہو۔ تم پر توہینِ عدالت کا مقدّمہ چل سکتا ہے۔

کثافت میاں : آپ مجھ پر کتنے ہی مقدّمات چلا لیجیے۔ اصل مجرم تو اب بھی آپ کی گرفت سے باہر ہے۔

جج : کون ہے اصل مجرم؟

کثافت میاں : جج صاحب! پولیوشن کی ذمّہ دار وہ بے شمار فیکٹریاں ہیں جو فضاؤں میں دھواں اُگل رہی ہیں اور دریاؤں میں کیمیائی مادّے اُنڈیل رہی ہیں۔ ذمہ دار وہ عام لوگ بھی ہیں جو ہر طرف کوڑا کَرکٹ پھینک رہے ہیں، دریاؤں کو آلودہ کر رہے ہیں، درختوں کو کاٹ رہے ہیں۔ ان سب کے لیے قوانین موجود ہیں۔ یہ لوگ قوانین سے کِھلواڑ کر رہے ہیں۔ ان تمام لوگوں کو عدالت میں کھڑا کیجیے۔

جج : کثافت میاں عرف پولیوشن! عدالت تمھارے بیان پر ان تمام لوگوں کو آلودگی کا ذمہ دار قرار دیتی ہے اور ان سب پر فردِ جرم عائد کرنے کا حکم دیتی ہے۔ اور تمھاری سزا یہ ہے کہ تمھارا سوشل بائیکاٹ کیا جائے۔ پولیوشن نہ صرف ہمارے ملک بلکہ پوری دنیا کے لیے ایک زبردست خطرہ ہے۔ اس لیے عدالت حکومت اور فلاحی اِداروں سے اپیل کرتی ہے کہ اس کے متعلق عوامی سطح پر بیداری پیدا کرنے کی سب مل کر کوشش کریں۔

(پردہ گرتا ہے)

معنی و اشارات

کثافت	-	مَیل	Impurity
اردلی	-	اطلاع دینے والا سپاہی	Orderly
نجاست	-	گندگی	Filth, dirt
آلودگی	-	گندگی	Pollution
اسم بامسمّٰی	-	نام کی طرح	Aptly named, name fully denoting the qualities of the neamed person
چشم دید	-	دیکھا ہوا	Eye witness
بنت	-	بیٹی	Daughter
توہین	-	بے عزّتی	Insult, contempt
نانہجار	-	نالائق، بدچلن	Rude, wicked
سوغات	-	تحفہ	Gift
موذی	-	تکلیف پہنچانے والا	Teaser, tormenter
جِلا وطن	-	وطن سے نکالا ہوا	Exiled
فضا	-	ہوا	Atmosphere

مشق

❂ ڈرامے کے کردار

....

❂ 'لا' اور 'با' سابقوں کا استعمال کرکے نئے لفظ بنائیے۔ مثلاً لا + جواب = لاجواب

لا	با
....	....

❂ ذخیرۂ الفاظ سے متضاد لفظ کی جوڑی پہچان کر خالی چوکون میں لکھیے۔

کھیت کھلیان - زمین آسمان - ندیاں سمندر - جنگل پہاڑ

❂ جمنا دیوی سے مراد - ....

گنگا دیوی سے مراد - ....

❂ بات میں زور اور اثر پیدا کرنے کے لیے اکثر دو ایسے الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے جن کے معنی اکثر ایک جیسے ہوتے ہیں۔ ایسے الفاظ 'مترادف' کہلاتے ہیں۔ مثال - صاف وشفاف۔ ایسے مترادف کی تین مثالیں لکھیے۔

❂ کثافت (پولیوشن) کے بارے میں اپنی رائے دیجیے۔

❂ 'پولیوشن کے ذمہ دار' - اس عنوان پر دس جملے لکھیے۔

❂ جج کی اپیل کو اپنے الفاظ میں لکھیے۔

❂ ہدایت کے مطابق عمل کیجیے۔

۱۔ قاتل (فاعل) اس سے اسم مفعول بنائیے۔

۲۔ فریب (اسم) تو دھوکا دینے والا - ....

۳۔ ڈھونگ کا فاعل بنائیے - ....

۴۔ مرض اِسم سے صفت بنائیے - ....

۹۔ اندھا گھوڑا

ڈاکٹر ذاکر حسین

پہلی بات : گھوڑا پالتو جانور ہے۔ پرانے زمانے میں یہ سواری کے لیے سب سے بہتر جانور سمجھا جاتا تھا۔ آج ریل اور موٹر کے زمانے میں اس کی سواری کا رواج کم ہوگیا ہے۔ لیکن چھوٹے شہروں اور قصبوں میں گھوڑا گاڑی کا چلن آج بھی ہے۔
کتابوں میں گھوڑے کی وفاداری کے بہت سے قصے مشہور ہیں۔ ذیل کی کہانی 'اندھا گھوڑا' میں گھوڑے کی وفاداری کی بڑی اچھی تصویر کھینچی گئی ہے۔

جان پہچان : ڈاکٹر ذاکر حسین ۱۸۹۷ء میں حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ ذاکر صاحب نہ صرف ایک قابل سیاست داں تھے بلکہ اوّل درجے کے ماہرِ تعلیم اور عالم بھی تھے۔ اپنی اعلیٰ صلاحیتوں اور خوبیوں کے باعث وہ ہندوستان کے سب سے بڑے عہدے 'صدرِ جمہوریہ' پر فائز کیے گئے۔ ۳؍مئی ۱۹۶۹ء کو اُن کا انتقال ہوگیا۔

عادل آباد میں ایک بہت مالدار دکان دار تھا۔ دُور دُور کے ملکوں سے اُس کا لین دین تھا۔ اپنے دیس میں جو اچّھا کپڑا بنتا تھا وہ یہاں سے دُوسرے ملکوں کو بھیجا کرتا اور وہاں سے طرح طرح کی چیزیں منگوا کر یہاں بیچتا تھا۔ اس کا کاروبار دن پر دن بڑھتا ہی جاتا تھا۔ اُس کے پاس اتنی دولت ہوگئی تھی کہ کچھ حساب وشمار نہ تھا۔ ڈیوڑھی پر ایک چھوڑ دو دو ہاتھی جھوُلنے لگے۔ گھوڑوں کی گنتی ہی نہ تھی لیکن ایک اَبلق گھوڑا تھا جسے اُس نے بہت دام دے کر ایک عرب سے خریدا تھا۔ اسے یہ بہت پیارا تھا اور اُس کا نام رکھا تھا 'سُبک سَیر'۔

ایک دن کا ذِکر ہے کہ اُس نے بہت سا سُوتی کپڑا کابُل بھیجا اور وہاں سے اس کے عوض پوستین منگائے۔ پوستینوں کے پہنچنے کا دن تھا۔ خیال تھا کہ تیسرے پہر تک سب مال عادل آباد پہنچ جائے گا۔ لیکن تیسرا پہر گیا، وہ تو شام ہوگئی اور مال کا کہیں پتا نہ تھا۔ دکان دار کو فکر ہوئی۔ آخر اُس نے سوچا، ''چلو ذرا گھوڑے پر بیٹھ کر آگے چلیں اور دیکھیں۔ شاید کہیں راستے ہی میں مال آتا ہوا مل جائے۔'' یہ سوچ کر اس نے 'سبک سیر' پر زین کسوائی اور شاہی سڑک پر، جس پر سے مال آنے والا تھا، گھوڑے پر سوار ہو نکلا۔ شام کا وقت تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ چلتے چلتے بے خیالی میں وہ شہر سے بہت دور ایک جنگل میں پہنچ گیا۔ ابھی یہ اپنی دُھن میں آگے ہی جا رہا تھا کہ پیچھے سے چھے ڈاکوؤں نے اُس پر حملہ کر دیا۔ اُس نے اُن کے دو ایک وار تو خالی دیے لیکن جب دیکھا کہ وہ چھے ہیں، میں اکیلا ہوں تو سوچا کہ اچھا یہی ہے اُن سے بچ کر نکل چلوں۔ گھوڑے کو گھر کی طرف پھیرا لیکن ڈاکوؤں کے پاس بھی گھوڑے تھے۔ اُنھوں نے بھی گھوڑے پیچھے ڈال دیے۔ بہت دیر تک 'سبک سیر' آگے اور چھے ڈاکوٗ پیچھے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ سُبک سیر نے اُس دن اپنے دام وصول کرا دیے۔ کچھ دیر بعد چھیوں گھوڑے پیچھے رہ گئے اور یہ اپنے مالک کی جان بچا کر اُسے گھر لے آیا۔

پہنچنے کو تو سبک سیر گھر پہنچ گیا مگر اس روز گھوڑے نے اتنا زور لگایا کہ اس کی ٹانگیں بے کار ہوگئیں اور کچھ دنوں میں غریب کی آنکھیں بھی جاتی رہیں۔ لیکن دکاندار کو سبک سیر کا احسان یاد تھا۔ چنانچہ اس نے حکم دے دیا کہ جب تک سبک سیر جیتا رہے،

اسے روز صبح شام چھے سیر دانہ دیا جائے اور کوئی کام اس سے نہ لیا جائے۔ مالک کا حکم تھا، دانہ برابر دیا جانے لگا۔لیکن جب کچھ دن گزر گئے تو دکان دار نے کہا،''چھے سیر تو بہت ہوتا ہے، چار سیر دیا کرو۔'' اب چار سیر دانہ دیا جانے لگا۔اس طرح گھٹتے گھٹتے آخر میں اسے صرف ایک سیر دانہ دیا جانے لگا۔ پھر کچھ عرصہ گزر گیا۔سبک سیر بے چارہ بہت دبلا ہوگیا تھا۔ دکان دار نے کہا، ''سبک سیر کوخواہ مخواہ سیر بھر دانہ بھی کیوں دیا جائے۔کوئی خریدے تو بیچ ہی نہ ڈالیں۔'' اب بے چارے لنگڑے اندھے سبک سیر کو کون پوچھتا؟ آخرکار ایک دن دکان دار نے کہا،''یہ کم بخت تو اب کھانے ہی کا ہے۔اسے بس ہانک دو۔'' سائیس نے گھوڑے کو کھول دیا۔لیکن سبک سیر تھان سے نہ ہٹا۔ بہت ہانکا لیکن وہ اپنی جگہ اَڑا رہا۔سائیس نے چابک اُٹھایا اور مار مار کر اس بے چارے کو باہر نکال دیا۔سبک سیر کے دل پر نہ جانے کیا گزری ہوگی! دوپہر کا نکلا، شام تک وہیں سر جھکائے ہوئے دروازے کے سامنے کھڑا رہا۔ رات ہوئی تو سڑک کے کنارے بیٹھ گیا۔ صبح ہوئی۔ بھوک کے مارے بے چارہ سبک سیر بے تاب ہوگیا اور صبر و شکر کر کے وہاں سے چل پڑا۔مگر آنکھوں سے اندھا تھا، جگہ جگہ ٹکراتا،ٹھوکریں کھاتا، اِدھر اُدھر سونگھتا کہ کہیں کوئی دانہ پڑا ہو، گھاس کا ٹکڑا ہو یا اور کچھ تو پیٹ میں ڈالے، مگر کچھ نہ ملا۔

اب سنو، اسی شہر عادل آباد میں ایک بڑی مسجد تھی اور ایک بڑا مندر۔اس میں نیک مسلمان اور ہندو آ کر اپنے اپنے طریقے سے اللہ کا نام لیتے اور اُس کو یاد کرتے تھے۔اسی مندر اور مسجد کے بیچ ایک بہت اونچا مکان تھا جس کے بیچ میں ایک بڑا سا کمرہ تھا۔اس کمرے میں ایک بہت بڑا گھنٹا لگا تھا جس میں ایک لمبی سی رسّی بندھی تھی۔اس گھر کا دروازہ دن رات کھلا رہتا تھا۔شہر عادل آباد میں جب کسی پر کوئی ظلم کرتا یا کسی کا حق مار لیتا تو وہ اس گھر میں جاتا، رسّی پکڑ کر کھینچتا تو یہ گھنٹا اس زور سے بجتا کہ سارے شہر کو خبر ہو جاتی۔ گھنٹے کے بجتے ہی شہر کے پنچ آ جاتے اور فریادی کی فریاد سن کر اس کا انتظام کرتے۔اتفاق کی بات سبک سیر رات بھر مارا مارا پھرا اور صبح ہوتے ہوتے اُس گھر کے دروازے پر جا نکلا۔دروازے پر کچھ روک ٹوک نہ تھی۔ یہ سیدھا گھر میں گھس گیا۔ بیچ میں رسّی لٹکی تھی۔ یہ غریب مارے بھوک کے ہر چیز پر منہ چلاتا تھا۔ رسّی کو بھی لگا چبانے۔ رسّی چبانے میں جو ذرا کھنچی تو گھنٹا بجا۔ گھنٹے کی آواز سنتے ہی ہندو مسلمان سب وہاں جمع ہوئے۔شہر کے پنچ بھی آ گئے۔اب جو دیکھتے ہیں تو بیچ میں سبک سیر کھڑا ہے۔پنچوں نے پوچھا،''یہ اندھا گھوڑا کس کا ہے؟'' لوگوں نے بتایا،''یہ اُس تاجر کا ہے جس کی جان اس نے بچائی تھی۔تاجر نے اسے نکال باہر کیا ہے۔'' پنچوں نے تاجر کو بلوایا۔ایک طرف اندھا گھوڑا تھا۔اس کے زبان نہ تھی جو شکایت کرتا۔ دؤسری طرف تاجر کھڑا تھا لیکن سب جانتے تھے، کیا معاملہ ہے۔تاجر شرم کے مارے آنکھیں جھکائے کھڑا رہا۔پنچوں نے کہا،''تم نے اچھا نہیں کیا۔اِس گھوڑے نے تمھاری جان بچائی، اُسی میں اندھا ہوا،لنگڑا ہوا اور تم نے اس کے ساتھ کیا کِیا؟ تم آدمی ہو یا جانور۔ آدمی سے اچھا تو یہ جانور ہی ہے۔'' تاجر کا چہرہ شرم سے سرخ ہوگیا۔آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ بڑھ کر اس نے گھوڑے کی گردن میں ہاتھ ڈال دیے، اس کا منہ چوما اور کہا،''میرا قصوٗر معاف کر۔'' یہ کہہ کر اس نے سبک سیر کو ساتھ لیا اور گھر لایا۔ پھر تاجر نے مرتے دم تک گھوڑے کے آرام کا خیال رکھا۔

معنی و اشارات

شمار	گنتی	Counting	
ابلق	چتکبرا یا دو رنگ کا گھوڑا	Mottled	
عادل	انصاف کرنے والا	Judge	
عوض	بدلے میں	In lieu of, alternative	
پوستین	کھال کا کوٹ	Fur coat	
ندارد	نہ ہونا	Does not have	

دام	- قیمت	Price, value
سائیس	- گھوڑے کی خدمت کرنے والا	horseman
ڈیوڑھی	- مکان کے صدر دروازے کے سامنے کا کمرہ، دہلیز	Porch
پنچ	- فیصلہ کرنے والے پانچ لوگ	The five-men village administration, arbitrators
مارا مارا پھرنا	- بھٹکنا	Wander aimlessly or in vain

مشق

- سبق کی روشنی میں ذیل کے ویب خاکے کو مکمل کیجیے۔

مصنف

عہدہ	جائے پیدائش	خوبیاں
....	....	....

- دولت کی افراط کو ظاہر کرنے والے دو جملے نقل کیجیے۔
- اس مقام کا نام لکھیے جہاں تاجر نے سوتی کپڑے بھیجے اور وہاں سے پوستین منگوائے۔
- سبک سیر کے معذور ہونے کے اسباب لکھیے۔
- دکان دار کے لین دین کو کاروباری زبان میں دیا جانے والا نام دیجیے۔
- سبک سیر کو دیے جانے والے دانے کے گھٹائے جانے کا سبب لکھیے۔
- کہانی میں بیان کیے گئے شہر عادل آباد کے باشندوں کی چند خوبیاں بیان کیجیے۔
- کہانی 'اندھا گھوڑا' کو اپنی پسند کا عنوان دیجیے۔
- سبق سے محاورے تلاش کرکے مفہوم کے ساتھ لکھیے۔
- مثال اور لاحقہ کی روشنی میں خاکہ مکمل کیجیے۔

دکان دار
(مثال)

.... دار ....
(لاحقہ)

....

قواعد

محاورہ

ذیل کے فقرے پڑھ کر ان کے معنی پر غور کیجیے۔

باغ باغ ہونا	چار چاند لگانا	آگ بگولا ہونا	آٹھ آٹھ آنسو رونا
بہت خوش ہونا	عزّت بڑھانا	غصہ ہونا	بہت رونا

ان فقروں کے جو معنی ہیں، وہ فقروں سے الگ الفاظ میں بیان کیے جاتے ہیں۔ جب لفظ یا الفاظ اپنے عام معنی سے الگ معنی میں استعمال کیے جائیں تو انھیں **'محاورہ'** کہا جاتا ہے۔ آپ لفظ 'کھانا' کے معنی اچھی طرح جانتے ہیں مگر جب یہ 'قسم کھانا' ہو تو اس میں کھانے کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی اس لیے 'قسم کھانا' محاورہ ہے۔

- ذیل کے محاوروں کے معنی لغت سے تلاش کرکے لکھیے۔

۱۔ گل ہونا
۲۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنا
۳۔ باتیں بنانا
۴۔ نظریں چرانا
۵۔ منہ پھیر لینا۔

۱۰۔ فاسٹ فوڈ اور سافٹ ڈرنکس

ڈاکٹر قمر شریف

پہلی بات : احمد اور امجد دونوں دوست تھے اور ایک ہی جماعت میں پڑھتے تھے۔ جب کھانے کا وقفہ ہوتا تو احمد گھر سے لایا ہوا اپنا ٹفن کھولتا اور کھانے لگتا مگر امجد باہر کسی دکان سے وڈا پاؤ، ڈھوکلا یا آلوٹکیا جیسی کوئی چٹ پٹی چیز خرید کر کھا لیتا۔ امجد کا پیٹ اکثر خراب رہتا۔ ڈاکٹر نے اس کی جانچ کی اور بتایا، ''یہ باہر کی چیزیں کھانے کا اثر ہے۔'' اس دن سے امجد بھی گھر سے ٹفن لے جانے لگا۔ پھر کبھی اُس کا پیٹ خراب نہیں ہوا۔

ذیل کے سبق میں ایسی ہی چٹ پٹی چیزیں کھانے کے نقصانات بتائے گئے ہیں جنھیں آپ عام طور پر فاسٹ فوڈ کہتے ہیں۔

جان پہچان : ڈاکٹر قمر شریف ۲/اکتوبر ۱۹۴۷ء کو جالنہ (مہاراشٹر) میں پیدا ہوئیں۔ انھوں نے سائنس میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ وہ اورنگ آباد کے ایک مشہور تعلیمی ادارے سے وابستہ رہی ہیں۔ سائنس اور تعلیم و تدریس سے متعلق ان کے کئی مضامین آل انڈیا ریڈیو سے نشر ہو چکے ہیں۔ ادارہ فروغِ اُردو دہلی کی جانب سے قومی سطح کا انعام 'پاسبانِ تعلیم' حاصل کر چکی ہیں۔

آج کل فاسٹ فوڈ اور سافٹ ڈرنکس بہت عام ہو چکے ہیں۔ یہ بہ آسانی ہر چھوٹے بڑے شہر اور ہمارے قرب و جوار میں دستیاب ہیں۔ ہوٹل ہو کہ چوک چوراہا، تفریحی مقام ہو یا بس اسٹیشن، ریلوے اسٹیشن ہو کہ آفس یا کالج اور اسکول کا کنٹر کینٹین ہر جگہ فاسٹ فوڈ اور سافٹ ڈرنکس کے اسٹال مل ہی جاتے ہیں۔

فاسٹ فوڈ وہ غذا ہے جو بہت کم وقت میں آسانی سے تیار ہو جاتی ہے۔ ذائقہ دار، چٹ پٹا اور خوشنما ہونے کی وجہ سے انسان جلد ہی فاسٹ فوڈ کا عادی ہو جاتا ہے۔ ہندوستان میں وڈا پاؤ، وڈا سانبر، پاؤ بھاجی، ڈھوکلا، اِڈلی، ڈوسا، اُپما، اُتپّا، آلوٹکیا، بھیل پوری، چاٹ وغیرہ فاسٹ فوڈ کی تعریف میں آتے ہیں۔ سوشی جاپان کا، نوڈلس چین کا، شاوَرما عرب کا، پزا اٹلی کا اور کباب روٹی ایران، ترکی اور لبنان کا فاسٹ فوڈ ہے۔ فش اینڈ چپس زیادہ تر برطانیہ، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میں کھایا جاتا ہے۔ بریڈ، بن، کیک، ٹوسٹ جیسی بیکری اشیا بھی فاسٹ فوڈ ہیں جو دنیا کے اکثر ممالک میں استعمال کی جاتی ہیں۔

فاسٹ فوڈ کی تیاری میں غذائی اجزا و غذائیت کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ اس کی تیاری میں شکر، نمک، چکنائی اور چٹ پٹے ذائقے کے لیے مختلف مسالے زیادہ مقدار میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ انھیں پُرکشش اور جاذبِ نظر بنانے کے لیے مصنوعی رنگ اور خوشبو کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سے کھانے کا لطف بڑھ جاتا ہے، کھانے میں مزہ آتا ہے۔ زبان کا ذائقہ بدل جاتا ہے اس لیے فاسٹ فوڈ لوگوں کی پہلی پسند بن گیا ہے۔ بچے اور جوان، سب اسے بہت ذوق و شوق سے کھاتے ہیں۔ فاسٹ فوڈ میں مفید غذائی اجزا نہیں ہوتے اس لیے انھیں بہت زیادہ استعمال کرنے سے صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ انسان موٹاپے کا شکار ہو جاتا ہے۔

فاسٹ فوڈ میں شامل چکنائی خون میں خراب کولیسٹرال کے اضافے اور اچھے کولیسٹرال کی کمی کا سبب بنتی ہے۔ اس میں موجود کیمیائی مادّے، مصنوعی رنگ اور نمک دانتوں کو متاثر کرتے ہیں۔ زیادہ شکر دماغی کارکردگی پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ماہرین کے مطابق فاسٹ فوڈ میں موجود مسالوں اور نمک کی کثرت سے معدے کی تیزابیت بڑھتی ہے بلکہ ہاضمے کا عمل بھی متاثر ہوتا ہے۔ فاسٹ فوڈ میں ریشے دار اجزا کی غیر موجودگی قبض کا سبب اور بہت ساری بیماریوں کی وجہ بنتی ہے۔

کبھی کبھی فاسٹ فوڈ کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن جو لوگ ہفتے میں دو یا اس سے زیادہ مرتبہ فاسٹ فوڈ کھاتے ہیں، ان کے موٹاپے سے متاثر ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ فاسٹ فوڈ سے بہت زیادہ توانائی حاصل ہوتی ہے۔ اگر جسم کو توانائی کی زائد مقدار حاصل ہوتی ہے اور اس توانائی کا استعمال کم ہوتا ہے تو چربی جسم کا حصہ بننے لگتی ہے۔ عالمی ادارۂ صحت نے موٹاپے کی شرح میں اضافے کے لیے فاسٹ فوڈ کو ذمہ دار قرار دیا ہے۔ ایک امریکی ماہر نفسیات کا کہنا ہے کہ لوگ صرف یہ جانتے ہیں کہ چٹ پٹی غذاؤں سے کھانے کا لطف دو بالا ہو جاتا ہے، بھوک مٹ جاتی ہے لیکن بہت کم لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ فاسٹ فوڈ انھیں بسیار خوری کا مریض بنا دیتا ہے۔ یہ جسم میں قدرتی ہارمونز کے عمل میں تبدیلیاں بھی لاتا ہے۔

فاسٹ فوڈ کے ساتھ ساتھ سافٹ ڈرنکس پینے کا چلن عام ہو چلا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ ابتدا میں پانی، لیمو اور شہد سے تیار کیا گیا سافٹ ڈرنک مارکیٹ میں پیش کیا گیا۔ اس کے بعد سوڈا، پانی، ادرک اور لیمو ملا کر پہلا کاربونیٹیڈ یعنی کاربن ڈائی آکسائیڈ ملا ہوا سافٹ ڈرنک تیار کیا گیا۔ آج کل سوڈا واٹر، شکر، ذائقہ بخش مادّے، پھلوں سے کشید کیے ہوئے رس وغیرہ سافٹ ڈرنکس میں ملائے جاتے ہیں۔ مٹھاس کے لیے توانائی والے مادّے؛ سکروز، فرکٹوز شکر ملائی جاتی ہیں۔ ذائقے کے لیے لیکٹک ایسڈ، سائٹرک ایسڈ، فولک ایسڈ، فاسفورک ایسڈ جیسے ترشے ملائے جاتے ہیں اور کچھ سافٹ ڈرنکس میں کیفین بھی ملایا جاتا ہے۔ یہ سافٹ ڈرنکس ہمارے پسندیدہ مشروب بن چکے ہیں۔ ان کا بہت زیادہ استعمال صحت کو متاثر کرتا ہے۔ یہ ذیابیطس جیسی بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔ جگر، لبلبہ، گردہ وغیرہ کے افعال پر ان کا بُرا اثر ہوتا ہے۔ ان اعضا کے افعال میں سافٹ ڈرنکس گڑبڑی پیدا کرتے ہیں۔ دانتوں، مسوڑھوں کو خراب اور ہڈیوں کو کمزور کرتے ہیں۔ ہاضمہ درست کرنے کی بجائے اس پر منفی اثر ڈالتے ہیں۔

ان دنوں صاف پانی پینے کے لیے ہم منرل واٹر (بوتل بند پانی) استعمال کرنا پسند کرتے ہیں۔ پانی کو زیادہ دنوں تک محفوظ رکھنے کے لیے اسے مشینی کیمیائی عمل سے گزارا جاتا ہے۔ اس میں مختلف قسم کے کیمیائی مادّے بھی ملائے جاتے ہیں۔ یہ کیمیائی مادّے ہماری صحت کے لیے نقصان دہ ہیں اس لیے ہمیشہ صاف و تازہ پانی پینا چاہیے۔

فاسٹ فوڈ اور سافٹ ڈرنکس ہمارے کھانے اور پینے کے ذوق کی تسکین کرتے ہیں۔ بھوک پیاس کو دُور کرتے ہیں مگر غذا اور غذائیت نہیں دیتے۔ ان کا مسلسل اور بہت زیادہ استعمال ہمارے مزاج، برتاؤ اور ہارمونز میں تبدیلی کا سبب بنتا ہے۔ ان کی غذائی حیثیت گھر میں پکائی جانے والی روزمرہ کی غذاؤں کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ یہ محض چند منٹ کا لطف اور پیسوں کی بربادی ہے۔ اچھی صحت کے لیے ضروری ہے کہ صحت مند عادتیں اپنائیں۔ وقت پر کھانا کھائیں۔ متوازن غذا اور صاف پانی اچھی صحت کے ضامن ہیں۔

معنی و اشارات

دستیاب	حاصل	Available
اشیا	شے کی جمع، چیزیں	Things
پُرکشش	توجہ کھینچنے والا	Attractive
جاذبِ نظر	نظر کو جذب کرنے والا، خوبصورت	Charming
کارکردگی	کام، عمل	Work, performance
اجزا	جز کی جمع، حصے	Ingredients
توانائی	طاقت	Energy
عالمی ادارۂ صحت	ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن	World Health Organization
دو بالا	دُگنا، ڈبل	Double
بسیار خوری	بھوک سے زیادہ کھانا	Gluttonous

لازم وملزوم ہونا - ایک دوسرے کے لیے ضروری ہونا
Closely related, inseparable

ذائقہ بخش - مزے دار Tasteful, delicious

ذوق - پسندیدگی The sense of taste

متوازن - وزن کی ہوئی مرادمناسب
Balanced

ترشہ - تیزاب Acid

مشروب - پینے کی چیزیں Drink

مشق

❂ ستون 'الف' میں ممالک کے نام دیے ہوئے ہیں۔ ستون 'ب' میں فاسٹ فوڈ کا نام دیا گیا ہے۔ مناسب جوڑیاں لگائیے۔

ملک	فاسٹ فوڈ
جاپان	فش اینڈ چپس
چین	شاورما
عرب	سوشی
آسٹریلیا	نوڈلس

❂ سبق کے حوالے سے ویب خاکہ مکمل کیجیے۔

فاسٹ فوڈ کی تیاری

....
....

❂ آپ فاسٹ فوڈ کھانا پسند کرتے ہیں۔ وجہ لکھیے۔

❂ فاسٹ فوڈ کے زیادہ استعمال سے صحت پر ہونے والے مضر اثرات لکھیے۔

❂ ہندوستانی فاسٹ فوڈ کے بارے میں لکھیے۔

❂ سبق کے حوالے سے ویب خاکہ مکمل کیجیے۔

سافٹ ڈرنکس میں شامل ترشے

❂ فلو چارٹ (رواں خاکہ) مکمل کیجیے۔

سافٹ ڈرنکس کا بہت زیادہ استعمال -

مضر اثر ڈالتا ہے - ....

متاثر کرتا ہے - ....

کمزور کرتا ہے - ....

سبب بنتا ہے - ....

خراب کرتا ہے - ....

قواعد

زیر اضافت

۱۔ عجائباتِ عالم، زنجیرِ غم، سنگِ در

۲۔ حمدِ پاک، فیضِ عام، دلِ شیدا

اوپر کے فقروں کے پہلے لفظ کے نیچے زیر کی علامت لگائی گئی ہے۔ یہ فقرے سب فارسی سے اُردو میں آئے ہیں۔ انھیں 'ترکیب'/'ترکیبی' کہتے ہیں۔

ترکیبوں کے پہلے مجموعے کو اُردو میں 'عالم کے عجائبات' (دنیا کے عجائبات)، غم کی زنجیر (دکھ کا سلسلہ)، در کا سنگ (دروازے کا پتھر)' کہیں گے۔

اُردو میں 'کا - کی - کے' دو اسموں کے رشتے کو جوڑنے کے لیے آتے ہیں۔

فارسی میں ان کی جگہ زیر لگایا جاتا ہے۔

دی ہوئی ترکیبوں کے دوسرے مجموعے میں پہلے مجموعے کی طرح 'زیر' اضافت کا کام نہیں کر رہا ہے اس لیے حمدِ پاک (پاک حمد)، فیضِ عام (عام فائدہ)، دلِ شیدا (محبت کرنے والا دل) یہ ترکیبیں پہلے مجموعے کی طرح اضافی ترکیبیں نہیں ہیں۔ انھیں 'صفتی ترکیب' کہتے ہیں۔

اسمِ بامسمّٰی، شبِ معراج، دستِ کرم، راہِ مستقیم، شانِ بادشاہی، سرِ شام، عجزِ بندگی

❂ ان ترکیبوں کو معنی کے لحاظ سے الگ کیجیے۔

۱۱۔ اُردو زبان کی ابتدا

سیّد احتشام حسین

پہلی بات : دنیا میں سیکڑوں زبانیں اور ہزاروں بولیاں بولی جاتی ہیں۔ عام طور پر زبان اور بولی میں یہ فرق مانا جاتا ہے کہ بولی کا کوئی تحریری ادب نہیں ہوتا جبکہ زبان کا اپنا تحریری ادب ہوتا ہے۔ دنیا کے بعض ممالک ایسے ہیں جہاں صرف ایک ہی زبان بولی جاتی ہے مثلاً سعودی عرب میں صرف عربی زبان بولی جاتی ہے۔ جرمنی کی زبان جرمن ہے۔ ایران کی زبان فارسی ہے۔ مگر ہندوستان میں کم و بیش پندرہ زبانیں اور سیکڑوں بولیاں بولی جاتی ہیں۔ ان زبانوں میں اُردو بھی ایک زبان ہے۔ دراصل زبان کے بغیر کسی سماج کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ زبان سماج کی تہذیبی شناخت ہوتی ہے۔ زبان کے ادبی خزانے میں اس سماج کے تمدنی حالات کو تلاش کیا جاسکتا ہے۔ زبان کیسے بنتی ہے، وہ سماج میں کیسے رواج پاتی ہے اور اس کی ترقی کس طرح ہوتی ہے ان باتوں کا تعلق اس زبان کی تاریخ سے ہوتا ہے۔ ذیل کے سبق میں اُردو زبان کا ارتقا کس طرح ہوا، اسے سمجھایا گیا ہے۔

جان پہچان : سیّد احتشام حسین اُردو کے مشہور ادیب ہیں۔ وہ ضلع اعظم گڑھ کے ایک قصبے ماُئل میں ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی تعلیم اعظم گڑھ اور اعلیٰ تعلیم الٰہ آباد میں ہوئی تھی۔ وہ ترقی پسند نقاد تھے۔ انھوں نے الٰہ آباد یونیورسٹی میں شعبۂ اُردو کے صدر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ان کی مشہور کتابیں 'روایت اور بغاوت، ادب اور سماج، تنقید اور عملی تنقید، اُردو کی کہانی' اور 'اعتبارِ نظر' ہیں۔ ان کا سفرنامہ 'ساحل اور سمندر' بھی کافی مقبول رہا۔ یکم دسمبر ۱۹۷۲ء کو الٰہ آباد میں ان کا انتقال ہوا۔ ذیل کا سبق ان کی کتاب 'اُردو کی کہانی' سے لیا گیا ہے۔

ہم جس آسانی سے اپنی زبان بول لیتے ہیں، اس سے بہت کم یہ خیال ہوتا ہے کہ اس زبان کے بننے اور شروع ہونے میں کتنا وقت لگا ہوگا۔ جب مسلمان یہاں آئے تو وہ کوئی نہ کوئی زبان ضرور بولتے رہے ہوں گے اور جن لوگوں میں آئے، وہ بھی اپنی زبان رکھتے ہوں گے۔ آنے والوں میں عرب، ایرانی، افغانی، ترک، مغل ہر قسم کے لوگ تھے۔ یہاں جن جن جگھوں پر وہ لوگ گئے، وہاں الگ الگ زبانیں اُن کو ملیں۔ یہ تو تم سمجھ ہی سکتے ہو کہ جو لوگ باہر سے آئے تھے، وہ یہاں کے لوگوں پر اپنی زبان لاد نہیں سکتے تھے بلکہ اپنی ضرورت کی وجہ سے یہیں کی بولی بولنے پر مجبور تھے۔ اس طرح وہ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے تھے کہ یہاں کی بولیوں میں اپنے کچھ الفاظ ملا دیں۔ ملاوٹ ہو جائے مگر اصل زبان یہیں کی رہے۔

پہلے پہل مسلمان بڑی تعداد میں سندھ میں آئے مگر ادھر ادھر زیادہ پھیل نہ سکے۔ یہ آٹھویں صدی کی بات ہے۔ اس لیے وہاں جو نئی سندھی زبان بن رہی تھی اسی پر ان کا کچھ اثر پڑا۔ پھر دسویں اور گیارہویں صدی میں مسلمان بڑی تعداد میں درۂ خیبر کے راستے سے آنے لگے اور سارے پنجاب میں پھیل گئے۔ پھر قریب قریب سو سال تک ان میں اور وہاں کے بسنے والوں میں میل جول بڑھتا رہا۔ چونکہ ہمارے پاس اس وقت کی زبان کے نمونے موجود نہیں ہیں اس لیے بتانا مشکل ہے کہ وہاں کی زبان پر ایک دوسرے کے میل جول سے کیا اثر پڑا۔ اسی اثر کی وجہ سے بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ جس کو ہم اُردو کہتے ہیں، وہ پنجاب میں بنی۔ یہ بات کچھ کچھ صحیح ہے۔ شروع میں ہم کو اُردو پر پنجابی کا اثر ملتا ہے مگر صحیح بات یہ ہے کہ جس طرح پنجابی زبان بن رہی تھی، اسی طرح دلّی کے پاس کی بولیوں میں مل کر اُردو بھی بن رہی تھی اور جب دلّی ہی دارالسلطنت بن گیا تو ہر بولی کے بولنے والے وہاں آنے لگے۔ قرب و جوار کی سب بولیاں ایک دوسرے سے ملتی جلتی تھیں ہی، یہاں اور زیادہ میل ہوا۔ اس لیے شروع

میں کئی اثر اُردو پر دِکھائی دیتے ہیں۔ دلّی اور اس کے پورب میں جو بولی بولی جاتی تھی اس کو 'کھڑی بولی' کہا جاتا ہے۔ اس کھڑی بولی نے دھیرے دھیرے ایسا روپ دھار لیا کہ اس میں ضرورت کے مطابق فارسی، عربی، ترکی کے لفظ شامل ہو گئے اور وہ فوجوں کے ساتھ پھیلنے لگے۔ اس لیے ہم آسانی کے لیے کہہ سکتے ہیں کہ اُردو زبان کھڑی بولی کے اندر نکھر کر ایسی زبان بن گئی جس میں تھوڑے ہی دنوں میں شعر کہے جانے لگے اور کتابیں تیار ہونے لگیں۔

یہ جو اوپر کہا گیا ہے کہ فوجوں کے ساتھ دہلی کے پاس والی بولی ہر طرف پھیلنے لگی اس کا مطلب یہ ہے کہ فوج میں ہر جگہ کے لوگ ہوتے تھے۔ انھیں ایک ساتھ رہنا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا پڑتا رہا ہوگا۔ اب اگر وہ ایسی زبانیں نہ بولیں جسے زیادہ لوگ سمجھ سکتے ہیں تو ان کا کام نہیں چل سکتا تھا۔ اسی طرح تاجر بھی زبان اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ دلّی سے جو حاکم دور دور بھیجے جاتے رہے ہوں گے وہ بھی اپنی بولی اپنے ساتھ لے جاتے رہے ہوں گے۔ پھر مذہبی کام کرنے والے صوفی لوگ زبان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے تھے۔ عام لوگوں کو اپنی بات سمجھاتے تھے۔ اس لیے وہ زبان جو مرکز میں یعنی دلّی میں بولی جانے لگی تھی، وہ ملک کے مختلف حصوں میں پہنچنے لگی۔

مسلمان جو یہاں آئے تھے، وہ یہیں رہ پڑے۔ اسی دیس کو انھوں نے اپنا دیس سمجھا۔ یہیں پیدا ہوئے، یہیں جیے اور یہیں مرے۔ یہیں کے حالات نے انھیں بادشاہ اور فقیر بنایا۔ بادشاہ بن کر بھی اُنھوں نے یہیں کی زبان سے کام لیا اور فقیر بن کر بھی یہیں کی بولی بولے۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ اہم کام امیر خسرؔو کا ہے جو امیر بھی تھے، فقیر بھی، شاعر بھی تھے گا یک بھی، بادشاہوں کے دوست بھی اور غریبوں کے یار بھی۔ انھوں نے فارسی میں بہت سی کتابیں لکھیں جن سے ان کی ہندوستان کی محبت پھوٹی پڑتی ہے۔ مگر انھوں نے یہاں کی بولی میں جو کچھ لکھا ہے وہ اس لیے کبھی بھلایا نہیں جاسکتا کہ اس وقت اس بولی میں لکھنا عام بات نہیں تھی۔ ان کی بہت سی پہیلیاں، دوہے، گیت اب بھی لوگوں کی زبان پر ہیں۔ اس وقت تک اُردو کی کوئی خاص شکل نہیں بنی تھی اس لیے ان کی بولی کبھی کھڑی بولی سے مل جاتی ہے، کبھی برج بھاشا سے اور کبھی اس میں کئی بولیاں ملی ہوتی ہیں۔ بہر حال، امیر خسرؔو کو ہندی والے اپنا کوی سمجھتے ہیں، اُردو والے اپنا شاعر۔

اس طرح اُردو دلّی کے قریب پیدا ہوئی اور نکھرنے لگی۔ دھیرے دھیرے ملک کے دوسرے حصوں میں پھیلنے لگی۔ شروع میں اس کا نام زبانِ ہند، ہندی، ہندوی اور دہلوی رہا۔ بعد میں زیادہ تر ہندی کے نام سے یاد کی گئی۔ جب دکن اور گجرات میں اس کا بول بالا ہوا تو اسے دکنی اور گُجری بھی کہنے لگے۔ دہلی میں شاعری کی زبان کو ریختہ کہتے تھے۔ کبھی کبھی اس زبان کو اُردوئے معلّٰی بھی کہا گیا مگر بعد میں اسے زیادہ تر اُردو ہی کہا گیا۔

معنی و اشارات

دارالسلطنت	–	حکومت کا مرکز	Capital
قرب و جوار	–	نزدیک، پاس	Surrounding, vicinity
پورب	–	مشرق	East
کھڑی بولی	–	دوآبہ کے علاقے میں بولی جانے والی زبان	Language of Delhi and Meerut, Urdu dialect and idioms spoken in Western UP, India
روپ دھار لینا	–	صورت شکل اختیار کر لینا	Adopt a guise, impersonate
صوفی	–	پرہیزگار	Abstemious person, Sufi
برج بھاشا	–	متھرا اور آگرہ میں بولی جانے والی زبان	Dialect spoken in the area of Agra and Mathura

ریختہ - ملی ہوئی زبان، اُردو جو مختلف زبانوں سے مل کر بنی ہے
Old term for Urdu, mixed, Urdu language

اُردوئے معلّیٰ - لال قلعے میں بولی جانے والی زبان
Urdu language as spoken in Delhi Fort in the late Mogul period, refined Urdu

مشق

❂ قوس کے مناسب متبادل کا انتخاب کرکے خالی جگہ پُر کیجیے۔

۱۔ پہلے پہل مسلمان بڑی تعداد میں .... میں آئے۔ (عرب، سندھ، درۂ خیبر)

۲۔ دلّی اور اس کے پورب میں جو 'بولی' بولی جاتی تھی اس کو .... کہا جاتا ہے۔ (کھڑی بولی ، ریختہ، پوربی)

۳۔ امیر خسروؔ نے .... میں بہت ساری کتابیں لکھیں جن سے ان کی ہندوستان کی محبت پھوٹی پڑتی ہے۔(فارسی ، کھڑی بولی ، برج بھاشا)

۴۔ اُردو زبان .... کے اندر نکھر کر ایسی زبان بن گئی جس میں شعر کہے جانے لگے۔ (اُردوئے معلّیٰ ، پوربی ، کھڑی بولی)

۵۔ دہلی میں شاعری کی زبان کو .... کہتے ہیں۔ (اُردوئے معلّیٰ، ریختہ، ہندوستانی)

❂ سبق کی روشنی میں رواں خاکہ مکمل کیجیے۔

اُردو
....
....
....
....

❂ جس طرح فارس کی زبان فارسی اور عرب کی زبان عربی ہے، اسی طرح ذیل کا خاکہ مکمل کیجیے۔

گجرات	دکن	پنجاب	سندھ
....	....	....	....

❂ اُردو زبان کی ارتقائی ترتیب لکھیے۔

اُردوئے معلّیٰ، ریختہ، بولی، برج بھاشا، کھڑی بولی، اُردو

☐ ← ☐ ← ☐ ← ☐ ← ☐

❂ متعلقہ الفاظ کی جوڑیاں لگائیے۔

گروپ 'الف'	گروپ 'ب'
حکومت کا مرکز	گائیک
تجارت کرنے والا	فوج
گیت گانے والا	دارالسلطنت
سپاہیوں کی ٹکڑی	تاجر

❂ رواں خاکہ مکمل کیجیے۔

زبان کی توسیع واشاعت -
زبان ان کے ذریعے عام لوگوں تک پہنچتی ہے
↓
....

❂ امیر خسروؔ کے بارے میں چند جملے لکھیے۔

❂ انٹرنیٹ کے ذریعے اُردو زبان کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیجیے۔

قواعد

واوِ عطف

یہ فقرے غور سے پڑھیے: غریب اور امیر، دل اور دماغ، لباس اور آرائش، نزدیک اور دور، بلند اور پست

ان فقروں میں دولفظوں کو لفظ 'اور' سے جوڑا گیا ہے۔ کبھی کبھی 'اور' کی جگہ انھیں حرف 'وْ' سے بھی جوڑا جاتا ہے جیسے غریب و امیر، دل و دماغ، لباس و آرائش، نزدیک و دور، بلند و پست۔

فارسی اور عربی لفظوں کو جوڑنے کے لیے ایسا کیا جاتا ہے اس واو کو **'واوِ عطف'** کہتے ہیں۔

لفظوں کی ایسی ترکیبوں میں 'وْ' کو پہلے لفظ کے آخر سے جوڑ کر پڑھا جاتا ہے۔ مثلاً غریبوامیر، دِلودماغ وغیرہ۔

۱۲۔ اجنتا کے غار

ادارہ

پہلی بات : انسان نے اپنی کاری گری کے جو عظیم الشان کارنامے چھوڑے ہیں اس کی ایک نمایاں مثال اجنتا کے غاروں میں نظر آتی ہے۔ان غاروں کی نقاشی اور مصوری کو دیکھ کر ہمیں اپنے بزرگوں کے ان کارناموں پر فخر محسوس ہوتا ہے۔

دکن میں اورنگ آباد کے شمال مشرق میں اجنتا کی پہاڑیاں ہیں۔اسی سلسلے کی ایک پہاڑی کے خوش نما دامن میں غار بنے ہوئے ہیں۔ یہ غار قدرتی نہیں، ہم جیسے انسانوں نے ہی چٹانیں کاٹ کر انھیں بنایا ہے۔ یہ کُل اُنتیس غار ہیں جو پہاڑی میں نصف دائرے کی شکل میں اس طرح پھیلے ہوئے ہیں کہ سوٗرج کی روشنی ان میں نہ آسکے۔ان پہاڑیوں سے ایک ندی 'واگھُر' نکلتی ہے جو آگے جا کر تاپتی ندی میں مل جاتی ہے۔ برسات کے موسم میں آسمان سے باتیں کرتی ہوئی اوٗدی چٹانیں، خوش نما درخت، قسم قسم کے پھوٗل، گاتی ہوئی ندی اور آبشار، پرندوں کے چہچہے ایسے بھلے لگتے ہیں کہ آدمی ان میں کھو جاتا ہے۔

گوتم بدھ کے کوئی تین سو سال بعد بدھ مت والوں نے اجنتا کے غار بنانے شرؤع کیے۔ یہ غار تھوڑے تھوڑے وقفے سے ساتویں صدی عیسوی تک بنتے رہے۔ غار بنانے والوں نے چٹانیں کاٹنے کے لیے صرف چھینی اور ہتھوڑی کی مدد لی تھی۔

یہ غار دو طرح کے ہیں؛ ایک تو وہ جن میں بدھ مت کے بھکشو رہتے تھے۔ انھیں 'وِہار' کہتے ہیں۔ دوٗسرے وہ جن میں عبادت کی جاتی تھی۔انھیں 'چیتیہ' کہتے ہیں۔'چیتیہ' میں دونوں طرف دالان بنے ہوئے ہیں اور پیچھے کا حصہ گول ہے۔ یہ غار نعل کی شکل کے بنائے گئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ پتھر کے نہیں بلکہ لکڑی کے بنے ہیں۔

غاروں میں اندھیرا ہوتا ہے اس لیے بنانے والوں نے غاروں کے منہ پر بڑے بڑے صیقل کیے ہوئے فولادی آئینے رکھ دیے تھے۔ان پر سوٗرج کی روشنی پڑتی اور منعکس ہو کر غار میں آتی۔ غار کے اندر بھی اسی طرح کے آئینے رکھے جاتے تاکہ ان پر روشنی پڑے تو پورے غار میں اُجالا ہو جائے۔

غاروں کے اندر داخل ہوتے ہیں تو ایک نئی دُنیا نظر آتی ہے۔جگہ جگہ پر گوتم بدھ کی مورتیاں پتھر سے اِس صفائی سے کاٹ کر بنائی گئی ہیں کہ ان پر اصل کا دھوکا ہوتا ہے۔بعض غاروں کی دیواروں پر ایک خاص قسم کا پلاسٹر کر کے ان پر تصویریں بنائی گئی ہیں جن کو 'فریسکو' کہتے ہیں۔فریسکو صرف چند غاروں میں پائے جاتے ہیں۔

یہ سب کام ساتویں صدی کے بیچ تک ہوتا رہا اور کاری گروں اور فنکاروں کے خاندان کے خاندان اجنتا کے غاروں میں آرٹ اور خوب صورتی کو جنم دینے میں لگے رہے۔اس کے بعد کام رُک گیا۔ کچھ عرصے بعد تو بھکشوؤں نے یہاں رہنا بھی چھوڑ دیا۔ آخر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ لوگوں کو یہ بھی معلوم نہ رہا کہ ان غاروں کے اندر ہے کیا۔جنگلی گھاس پھوس نے ان غاروں کے دروازوں کو ڈھک لیا۔ ان کے اندر کی تصویریں موسم اور ہوا کے اثرات سے خراب ہونے لگیں۔کبھی کبھی اَن پڑھ اور سیدھے سادے کسانوں نے آرٹ اور مصوری کے ان خزانوں کو گھر کے طور پر استعمال کیا اور اجنتا کی تصویریں آگ، دھویں، نمی اور بداحتیاطی کی وجہ سے خراب ہوتی رہیں۔ یہ سلسلہ اُنیسویں صدی تک جاری رہا۔

اِتفاق سے انگریز فوج کا ایک دستہ ۱۸۱۹ء میں یہاں سے گزرا تو بعض سپاہیوں نے اپنا پڑاوٗ یہاں ڈال دیا۔ جب ان

سپاہیوں نے غاروں کے اندر روشنی کی تو یہاں کی تصویریں دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اس کی خبر آہستہ آہستہ انگریز عہدیداروں کو ملی۔ انھوں نے بھی پرانے ہندوستان کے فن کے اِن خزانوں میں دلچسپی لی لیکن ان کو محفوظ کرانے کا مناسب انتظام بہت بعد کو ہو سکا اور ایک وقت ایسا آیا جب اجنتا کے غار اور ان کی تصویریں پوری دنیا کی دلچسپی کا مرکز بن گئیں۔

اجنتا کی تصویروں میں راجا بھی ہیں اور فقیر بھی، ان میں ہرنوں کی شکلیں بھی نظر آتی ہیں اور ہاتھیوں کی بھی۔ محلوں کے عیش و آرام کو بھی اجنتا کے فن کار پیش کرتے ہیں اور بِھکّوؤں کی سادہ زندگی کو بھی۔ یہاں کی تصویروں میں سمندر بھی دِکھائی دیتے ہیں اور گھنے جنگل بھی۔ غرض اجنتا کے فن کاروں نے روزانہ کی زندگی کو اپنے آرٹ میں پیش کیا ہے۔ آج محلوں اور درباروں کے نام و نشان بھی باقی نہیں لیکن اجنتا کے وِہار اب بھی موجود ہیں جن سے اُس زمانے کی زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔

اجنتا کے بارے میں کسی نے سچ کہا ہے کہ 'الٰہ دین' کا چراغ بھی ایسا حیرت انگیز کام نہیں کرسکتا۔

معنی و اشارات

نصف	آدھا	Semi
بِھکّو	بدھ مذہب کا پیرو	Follower of Budhism
صیقل	پالش	Polish
منعکس ہونا	شعاعوں کا ٹکرا کر واپس ہونا	To reflect
غار	گپھا	Cave
پڑاؤ	ڈیرا	Station, post
حیرت انگیز	حیرت میں ڈالنے والا	Wonderful
الٰہ دین	الف لیلہ کا ایک مشہور کردار	Famous character from Alif-laila
دنگ رہ جانا	حیران رہ جانا	Astonish

مشق

❂ مناسب لفظ سے خانہ پُری کیجیے۔

۱۔ اجنتا کی پہاڑیوں میں .... غار ہیں۔ (اُنتیس ، اُنیس ، اُنچاس)

۲۔ .... کاٹنے کے لیے صرف چھینی اور ہتھوڑی کی مدد لی گئی تھی۔ (غار ، چٹانیں ، بت)

۳۔ یہ غار .... کی شکل کے بنائے گئے ہیں۔ (نعل ، گولی ، مستطیل)

۴۔ غاروں میں اُجالے کے لیے .... رکھے گئے ہیں۔ (چراغ ، قمقمے ، آئینے)

۵۔ اجنتا کے فن کاروں نے .... کی زندگی کو اپنے آرٹ میں پیش کیا ہے۔ (بھکّو ، جنگل ، روزانہ)

❂ ہر ایک کے آگے معلومات لکھیے۔

۱۔ واگھر ندی - ☐ ۲۔ وِہار - ☐ ۳۔ چیتیہ - ☐

۴۔ فولادی آئینے - ☐ ۵۔ فریسکو - ☐

❂ اجنتا کی تصویریں اس وجہ سے خراب ہونے لگیں

....	....	....	....	....

❂ سبق کی مدد سے ویب شکل کو مکمل کیجیے۔

....		....
	اجنتا کی تصویریں	
....		....

❂ سبق کی روشنی میں درج ذیل لفظوں کی صفت لکھیے۔

چٹانیں	درخت	پھول	ندی	پرندے
....	....	....	....	....

❂ دیے ہوئے لفظوں کی ضد لکھیے۔

خوش نما	قدرتی	اندھیرا	روشنی	نئی	خوب صورتی
....	....	....	....	....	....

❂ سبق سے چار مرکب الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔

❂ دیے ہوئے الفاظ اور محاوروں کو اپنے جملے میں استعمال کیجیے۔

۱۔ بَھلا لگنا　　۲۔ نئی دنیا

۳۔ پڑاؤ ڈالنا　　۴۔ دنگ رہ جانا　　۵۔ حیرت انگیز

❂ اجنتا کی پہاڑیوں کے بارے میں چند جملے لکھیے۔

❂ سبق کی روشنی میں اجنتا کے غاروں کے بارے میں لکھیے۔

❂ ”غاروں کے اندر داخل ہوتے ہیں تو ایک نئی دنیا نظر آتی ہے۔“ سبق کی روشنی میں اس جملے کی وضاحت کیجیے۔

❂ غاروں کے اندھیرے کو دور کرنے کے لیے اپنائی گئی ترکیب کے بارے میں لکھیے۔

جواہر پارے

* اپنی کم علمی کا احساس علم کی جانب اہم ترین قدم ہے۔
* عظیم خیال، عظیم کردار انسان کو عظیم بنا دیتا ہے۔
* دولت کی محبت، محبت کی دولت کو کم کرتی ہے۔
* اہلِ ہمت کے پاس مقاصد ہوتے ہیں اور عام آدمی کے پاس خواہشیں۔
* دنیا میں کوئی آپ کو اپنی ذات کے سوا ناکام نہیں بنا سکتا۔
* علم ایسا دریا ہے جس کے سوتے کبھی خشک نہیں ہوتے۔
* زندگی کی کامیابی کی کُنجی محنت، دیانت داری اور سچائی ہے۔
* محنت اور ریاضت سے ہر شخص کمال حاصل کر سکتا ہے۔
* قدرت نے دماغ کو دل سے بالا مقام پر رکھا ہے اس لیے ہمارے جذبات تقاضائے عقل کے ماتحت رہنے چاہئیں۔
* مطالعہ سے ذہن کو فرحت حاصل ہوتی ہے۔

***

۱۳۔ خط - مَنیزہ فیض کے نام

پطرس بخاری

پہلی بات : ہر انسان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے تجربات اور مشاہدات میں دوسروں کو بھی شامل کرے۔ جب ہم سفر کرتے ہیں تو سفر کے دوران پیش آنے والے واقعات کو اپنے عزیز و اقارب اور دوستوں کو مزے لے لے کر سناتے ہیں۔ اگر ہم اپنوں سے دور ہوں تو خط کے ذریعے انھیں اپنے تجربات اور احساسات کے بارے میں بتاتے ہیں۔ یہ سبق دراصل ایسا ہی ایک خط ہے جس کے ذریعے مصنف اپنے شاہدات سے اپنے کسی عزیز کو واقف کروا رہا ہے۔

جان پہچان : پطرس بخاری ۱۸۹۸ء میں پشاور میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام سیّد احمد شاہ بخاری تھا۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بعد وہ گورنمنٹ کالج، لاہور میں انگریزی کے پروفیسر ہو گئے۔ اس کے بعد وہ آل انڈیا ریڈیو سے وابستہ ہوئے اور کئی بڑے عہدوں پر کام کیا۔ ۱۹۵۵ء میں انھیں اقوامِ متحدہ (UNO) کے شعبۂ اطلاعات کا جنرل سکریٹری بنایا گیا تھا۔ ۱۹۵۸ء میں نیویارک میں ہی ان کا انتقال ہوا۔

۳، رِیوَر ویُوٹیرس، نیویارک

۲۰ نومبر ۱۹۵۸ء

پیاری منیزہ - کافی عرصہ ہوا تمھارا ۲۶؍ اگست کا خط ملا تھا۔ ان دنوں میری صحت اچھی نہیں رہی اس لیے خط و کتابت کا سلسلہ بند رہا۔ اب میں تندرست ہوں اور تمھارا خط سامنے رکھ کر جواب لکھنے بیٹھ گیا ہوں۔

میں تمھیں خط اپنے دفتر سے لکھ رہا ہوں جو اقوامِ متحدہ کے سیکریٹریٹ کی عمارت میں دسویں منزل پر واقع ہے۔ اس عمارت کی اڑتیس منزلیں ہیں۔ ایک مستطیل سا مینار ہی سمجھو۔ دور سے دیکھو تو ایسی لگتی ہے جیسے ماچس کی ڈبیا اپنے کناروں پر کھڑی ہو۔ مطلع آج اتفاقاً نہایت صاف ہے۔ سورج کی روشنی کھڑکیوں میں سے اندر آ رہی ہے۔ یہ کھڑکیاں دریا کی جانب کھلتی ہیں۔ جو اوپر سے نظر آتا ہے وہ دریائے ہڈسن کی ایک شاخ ہے جو یہاں سے کافی فاصلے پر بحرِ اوقیانوس میں گرتا ہے۔ اسے یہاں دریائے ایسٹ کہتے ہیں۔ اس وقت جب میں لکھ رہا ہوں تو بڑی بڑی کشتیاں اور تیل کے بیڑے دریا میں تیرتے پھرتے ہیں۔ پانی دھوپ میں چمک رہا ہے۔ دور نیچے کی طرف مجھے ان پلوں میں سے ایک پل نظر آ رہا ہے جو دریائے ایسٹ پر باندھے گئے ہیں۔ اس پل کا نام ولیمز برگ ہے۔

موسمِ سرما کی آمد آمد ہے۔ اگرچہ ابھی سردی بہت ہلکی ہے۔ نیویارک شہر میں برف نہیں پڑی۔ کہیں دسمبر کے آخر اور جنوری فروری میں پڑے گی۔ یہاں خزاں کا موسم سب سے دلکش ہوتا ہے۔ امریکی لوگ اسے "Fall" کہتے ہیں۔ یہ ستمبر میں ہوتا ہے۔ اس موسم میں درختوں کے پتے پہلے زرد اور پھر تانبے کی طرح سرخ ہو جاتے ہیں۔ جنگلوں میں جیسے آگ سی لگ گئی ہو۔ جہاں کئی درخت اُگے ہوتے ہیں وہ جگہ بس رنگ ریز کا کارخانہ معلوم ہوتا ہے۔ جیسے اس نے پیارے پیارے رنگوں میں کپڑے رنگ کر سوکھنے کے لیے پھیلا دیے ہوں۔ اس سال بھی فصلِ خزاں خوب رہی۔ عام طور پر موسم خوشگوار رہا اور کئی روز تک لگاتار جنگلوں میں گھوما جا سکتا تھا اور سیر کی جا سکتی تھی۔

جب تم نے مجھے خط لکھا تو تمھاری امّی ولایت سے واپس آ چکی تھی اور ابا بھی وہیں تھے۔ اب تک تو وہ بھی لوٹ آئے ہوں گے۔ انھیں میرا سلام کہنا اور چھیمی کو پیار دینا۔ مجھے یہ بھی بتانا کہ تم نے اب تک تیرنا سیکھ لیا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو اس کی مشق کرتی رہو۔ یہ ایک ایسی تفریح ہے جو حاصل نہ کی جائے تو زندگی میں ایک خلا سا محسوس ہوتا ہے۔ تمھارا ہنڈکلیا تو خوب ہی چلتا ہوگا۔ جب جی چاہے مجھے خط لکھنا، مگر لکھنا ضرور۔ اور دیکھو سب کو میری جانب سے ایک بار پھر پیار دینا۔ بھولنا مت۔

تمھارا پیارا

اے۔ ایس۔ بخاری

چلتے چلتے : میں نے اس خط کی پیشانی پر جو پتا لکھا ہے، مہربانی کر کے کہیں نوٹ کر لینا اور آئندہ یہی لکھنا۔ امّی سے بھی کہہ دینا کہ وہ اسے لکھ رکھیں۔ یہ میرے گھر کا پتا ہے۔ میں ایک آدھ ماہ میں یو۔این چھوڑ رہا ہوں اور یہاں کی ایک یونیورسٹی میں کام کروں گا۔ اس لیے تمھیں میرے رہائشی پتے پر ہی خط لکھنا ہوگا۔

معنی و اشارات

مستطیل	–	چار ضلعوں والی شکل جس کے چاروں زاویے قائمہ اور مقابل کے ضلعے برابر ہوں	Rectangle
مطلع	–	آسمان	Sky
موسمِ سرما	–	سردی کا موسم	Winter
رنگ ریز	–	کپڑوں کو رنگنے والا	Dyer
تفریح	–	کھیل کود	Amusement, enjoyment
خلا	–	مراد کمی	Gap, space
ہنڈکلیا	–	بچوں کا کھانا پکانے کا کھیل	Children's play of cooking

مشق

- خط لکھنے والے اور جسے لکھا گیا ان کے نام لکھیے۔
- انٹرنیٹ کی مدد سے خط کے لکھے جانے کا ملک اور بھیجے جانے والے ملک کے نام تلاش کر کے لکھیے۔
- اقوامِ متحدہ کے سیکریٹریٹ کی عمارت کی ساخت لکھیے۔
- کھڑکی سے نظر آنے والے دریا کا نام اور اس پر بنے پل کا نام لکھیے۔
- منیزہ کے خط کا جواب نہ دینے کی وجہ بتائیے۔
- پطرس بخاری کے مطابق تیرنے کی تفریح نہ سیکھنے والوں کی کیفیت لکھیے۔
- نیو یارک کے موسمِ خزاں کی دلکشی کو اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

قواعد :

- موسم سرما کی آمد آمد ہے۔ جملے کی قسم لکھیے۔
- اب تک وہ بھی لوٹ آئے ہوں گے انھیں میرا سلام کہنا۔ جملہ مفرد، مرکب یا مخلوط ہے، شناخت کیجیے۔
- ذیل کے معنی لکھیے۔

۱۔ دفتر	۲۔ سیکریٹریٹ
۳۔ بیڑے	۴۔ لگاتار
۵۔ ولایت	۶۔ خلا محسوس ہونا

- درج ذیل کے انگریزی متبادل لکھیے۔

اقوامِ متحدہ تنظیم ، بحرِاوقیانوس ، تانبا ، کارخانہ

سابقے/ لاحقے

آپ پچھلی جماعتوں میں پڑھ چکے ہیں کہ نئے الفاظ بنانے کے لیے لفظوں کے ساتھ کچھ اور لفظ جوڑے جاتے ہیں۔ ذیل کی مثالیں دیکھیے۔

بے کار/ بے حیا/ بے سبب/ بے شرم

ان مثالوں میں حرف 'بے' اصل لفظوں سے پہلے لگا کر نئے الفاظ بنائے گئے ہیں جو اُلٹ معنی دیتے ہیں۔

دوسری مثالیں : باوفا/ باعزت/ باخبر/ باحیا

یہاں 'با' حرف بڑھانے سے 'والا' کے معنی حاصل ہوتے ہیں یعنی 'وفا والا/عزت والا وغیرہ۔

اس طرح اصل لفظ سے پہلے آنے والے چھوٹے لفظ کو **'سابقہ'** کہتے ہیں۔

❂ پڑھے گئے اسباق میں سے سابقوں والے دس الفاظ تلاش کیجیے۔

اب ذیل کی مثالیں دیکھیے :

ذمہ دار/ جاگیردار/ دوست دار/ مال دار

ان مثالوں میں لفظ 'دار' اصل لفظ کے بعد لگا کر نئے الفاظ بنائے گئے ہیں۔ یہ بھی 'والا' کے معنی کے لیے ہیں جیسے ذمہ دار یعنی ذمے والا، مال دار یعنی مال والا (جس کے پاس مال ہو)۔

اصل لفظ کے بعد آنے والے چھوٹے لفظ کو **'لاحقہ'** کہتے ہیں۔

❂ ذیل میں چند سابقے اور لاحقے دیے جارہے ہیں۔ ان سے نئے الفاظ بنائیے۔

سابقے : لا ، نا ، اَن ، پُر ، نَو ، ہم

لاحقے : گار ، مند ، دان ، بان ، وَر ، زار

جملے کے حصے

فاعل - مفعول - فعل

آپ پڑھ چکے ہیں کہ جملے کے دو حصے کیے جاسکتے ہیں یعنی

مبتدا　　خبر

ذیل کے جملے کو غور سے پڑھیے۔

شاہجہاں نے تاج محل بنوایا۔

اس جملے سے پتا چلتا ہے کہ 'شاہجہاں' نے ایک کام کیا۔ جملے میں کام کرنے والے کو **'فاعل'** کہتے ہیں۔ 'شاہجہاں' اس جملے میں فاعل ہے۔

جملے سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ کوئی عمارت بنوائی گئی یعنی 'تاج محل'۔ فاعل جس چیز پر کام کرتا ہے اسے **'مفعول'** کہتے ہیں۔ 'تاج محل' اس جملے میں مفعول ہے۔ اسی طرح جملے کے آخر میں ایک کام سامنے آتا ہے یعنی 'بنوانا'۔ فاعل کا جو کام ہوتا ہے اسے **'فعل'** کہتے ہیں۔

ذیل کے جملوں کو بغور پڑھیے۔

عادل شاہ	گول گنبد کی	تعمیر میں لگا ہوا تھا
عادل شاہ نے	شاندار مقبرہ	بنوایا تھا
اس نے	بلند ٹیلے کا	انتخاب کیا
فاعل	**مفعول**	**فعل**

❂ دیے ہوئے جملوں کو فاعل/مفعول/فعل میں تقسیم کیجیے۔

ا۔ یہ کثافت پھیلا رہے ہیں۔

۲۔ پولیوشن نے ہمارے خاندان کو تباہ کرڈالا۔

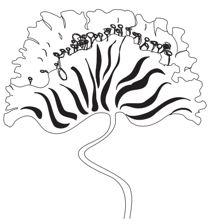

حصّۂ نظم

۱۔ حمدِ پاک

سرورؔ احمد

پہلی بات : جس نظم میں خدا کی تعریف کی گئی ہو اسے حمد کہتے ہیں۔ اُردو شاعری کی بعض اصناف بھی خدا کی حمد و ثنا سے شروع ہوتی ہیں مثلاً مثنوی کی ابتدا حمد سے کی جاتی ہے۔ قدیم اُردو نثر میں بھی کتاب کی ابتدا حمد سے کی جاتی تھی۔ آج نثر میں اس کا چلن دِکھائی نہیں دیتا۔ حمد میں اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کی قدرت کو بیان کیا جاتا ہے۔ ذیل کی حمد میں بندوں پر کیے جانے والے اللہ کے احسانات کا ذکر ہے۔

سب کا تو حاجت رَوا ہے اے خدا
ہر گھڑی اِنعام ہے ہم پر تِرا
حد نہیں ہے تیرے احسانات کی
شکر تیرا ہو نہیں سکتا ادا
ہر کسی کو رِزق پہنچاتا ہے تو
کس کی ایسی شان ہے تیرے سوا
تیرے در کو چھوڑ کر جائیں کہاں
کون ہے تیرے سوا مُشکل کُشا
تو ہی کرتا ہے مدد مظلوم کی
ہر مصیبت میں ہے تیرا آسرا

خلاصۂ کلام : اس نظم میں شاعر کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہر بندے کی ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہے۔ اس کی نعمتیں سب کو ملتی رہتی ہیں۔ اس کے احسانات کبھی ختم نہیں ہوتے اور وہ ہر ایک کو روزی پہنچاتا رہتا ہے۔ ہم اللہ کے در کو چھوڑ نہیں سکتے کیونکہ وہی ہر مصیبت کو ختم کرنے والا ہے۔ وہ کمزور اور مظلوم کی مدد کرتا ہے۔ ہر مصیبت کے وقت وہی اپنے بندوں کا سہارا بنتا ہے۔

معنی و اشارات

حاجت روا – ضرورتوں کو پورا کرنے والا مراد اللہ تعالیٰ
One who fulfills needs, Allah

مشکل کشا – مشکلوں کو حل کرنے والا مراد اللہ تعالیٰ
One who solves difficulties, Allah

مظلوم – جس پر ظلم کیا گیا ہو
Opressed

حد –
Limit, boundary

مشق

- حمد کی تعریف بیان کیجیے۔
- حمد کے ہر شعر کے مطابق اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام لکھیے۔
- حمد کے قافیے لکھیے۔
- حمد کے چوتھے شعر کو نثر میں تبدیل کیجیے۔
- خدا کے احسانات کے تعلق سے ویب خاکہ مکمل کیجیے۔

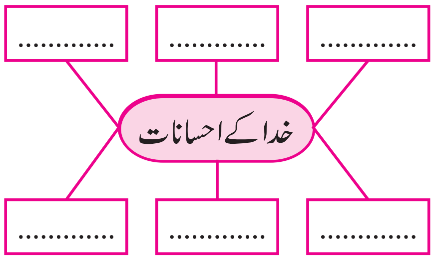

- خالی جگہ پُر کیجیے۔

۱۔ ہر گھڑی .... ہے ہم پر ترا
۲۔ ہر کسی کو .... پہنچاتا ہے تو
۳۔ کون ہے ترے سوا ....
۴۔ ہر .... میں ہے تیرا آسرا

صنعتِ تضاد

وگر نہ پڑھنے کو سب خاص و عام پڑھتے ہیں
ہزاروں طوطے ہیں ، کلمہ کلام پڑھتے ہیں

اس شعر میں الفاظ 'خاص و عام' ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جب کسی شعر میں دو متضاد الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں تو شعر میں ایسے استعمال کو 'تضاد' کہتے ہیں۔ جیسے

اکبؔر نے سنا ہے اہلِ غیرت سے یہی
جینا ذِلت سے ہو تو مرنا اچھا

اس شعر میں 'جینا' اور 'مرنا' لفظوں سے شعر میں تضاد کی صنعت پیدا ہوگئی ہے۔

- ذیل کے اشعار میں تضاد کے الفاظ تلاش کیجیے۔

گیا دن ، ہوئی شام ، آئی ہے رات
خدا نے عجب شے بنائی ہے رات
مقدر ہی سے گر سود و زیاں ہیں
تو ہم نے کچھ یہاں کھویا نہ پایا

تشبیہ

جہاں تلک بھی یہ صحرا دِکھائی دیتا ہے
مری طرح سے اکیلا دِکھائی دیتا ہے

اس شعر میں صحرا اور 'میں' (یعنی شاعر) کو ایک دوسرے کی طرح بتایا گیا ہے۔ کسی چیز یا شخص کو مشابہت کی وجہ سے دوسری چیز یا شخص کی طرح بتایا جائے تو دونوں کے اس ربط کو تشبیہ کہتے ہیں۔ جن حروف کو تشبیہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے مثلاً کی طرح، جیسے، مانند، یوں، سا وغیرہ، انھیں حروفِ مشبہ کہا جاتا ہے۔ (اوپر کے شعر میں 'طرح')

- ذیل کے شعر میں تشبیہ کا لفظ بتائیے۔

کم ظرف اگر دولت و زر پاتا ہے
مانندِ حباب اُبھر کے اِتراتا ہے

۲۔ برسات اور پِھسلن

نظیرؔ اکبرآبادی

پہلی بات : آج ہر شہر میں دیہات میں پکی سڑکیں بن جانے کی وجہ سے بارش کے پانی میں پھسلنے کے واقعات بہت کم دِکھائی دیتے ہیں مگر اگلے زمانے میں جب دھواں دھار بارشیں ہوتیں تو راستے کیچڑ سے لت پت ہوجاتے اور ان پر چلتے وقت اکثر بڑے بوڑھے اور بچے پھسل جاتے۔ کیچڑ میں گرنے کی وجہ سے ان کی بڑی درگت ہوتی اور پھسلنے والا ہنسی کا مرکز بن جاتا۔ اس زمانے میں سیمنٹ کے پکے مکانات بھی نہیں ہوتے تھے۔ مٹی کی دیواریں پانی کا زور سنبھال نہیں پاتی تھیں اور دھڑام سے کبھی کوئی دیوار گر جاتی کبھی گھر کے دروازے گر جاتے۔ بعض اوقات تو مسلسل بارش کی وجہ سے بڑے بڑے گھر گر جاتے۔ نظیرؔ اکبرآبادی نے بارش کی وجہ سے پیدا ہوئے ایسے حالات کو خوبصورتی سے ذیل کی نظم میں پیش کیا ہے۔

جان پہچان : نظیرؔ اکبرآبادی دہلی میں پیدا ہوئے۔ ساری عمر آگرہ میں بسر کی جسے اس وقت اکبرآباد کہا جاتا تھا۔ من موجی انسان تھے۔ ہمیشہ اپنی دُھن میں رہتے۔ ان کے کلام میں بڑی روانی ہوتی ہے۔ زبان سادہ اور ستھری ہوتی ہے۔ معمولی واقعے یا موضوع پر اس انداز سے نظم کہتے ہیں کہ بات دل میں بیٹھ جاتی۔ اس نظم میں انھوں نے برسات میں پھسلن کے واقعات اس خوبی سے بیان کیے ہیں کہ منظر سامنے ہو بہو کھنچ جاتا ہے۔

برسات میں جہان کا لشکر پھسل پڑا
بادل بھی ہر طرف سے ہَوا پر پھسل پڑا
جھڑیوں میں مینہ بھی آکے سراسر پھسل پڑا
چھتّا کسی کا شور مچاکر پھسل پڑا
کوٹھا جھکا ، اَٹاری گری ، در پھسل پڑا

جھڑیوں نے اس طرح کا دیا آکے جھڑ لگا
سُنیے جدھر اُدھر کو دھڑاکے کی ہے صدا
کوئی پکارے ہے مِرا دروازہ گِر چلا
کوئی کہے ہے ، ہائے کہوں تم سے اب میں کیا
تم در کو جھینکتے ہو مرا گھر پھسل پڑا

یاں تک ہر اک مکاں کی پھسلنے کی ہے زمیں
نکلے جو گھر سے اس کو پھسلنے کا ہے یقیں
مفلس غریب پر ہی ، یہ موقوف کچھ نہیں
کیا فیل کا سوار ہے ، کیا پالکی نشیں
آیا جو اس زمین کے اوپر پھسل پڑا

کوُچے میں کوئی اور کوئی بازار میں گرا
کوئی گلی میں گر کے ہے کیچڑ میں لوٹتا
رَستے کے بیچ پاؤں کسی کا رَپٹ گیا
اس سب جگہ کے گرنے سے آیا جو بچ بچا
وہ اپنے گھر کے صحن میں آکر پھسل پڑا

خلاصۂ کلام : اس نظم میں شاعر نے برسات کی وجہ سے پیدا ہونے والی پھسلن کے مختلف مناظر بیان کیے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ برسات میں لوگ پھسلن کا شکار ہوتے ہیں۔ جب بارش کی جھڑی لگتی ہے تو کسی کے گھر کی چھت، کوٹھا، اٹاری اور دروازے تک پھسل پڑتے ہیں یعنی گر جاتے ہیں۔ اس جھڑی میں ہر طرف دھڑاکے کی آواز آتی ہے۔ بارش کی وجہ سے چاروں طرف پھسلن ہی پھسلن ہے۔ جو گھر سے نکلتا ہے تو اس خدشے کے ساتھ کہ وہ کہیں نہ کہیں ضرور پھسلے گا۔ غریب مفلس ہی کی کیا بات، جو لوگ ہاتھی پر سوار یا پالکی میں بیٹھے ہیں وہ بھی پھسلن کی وجہ سے گر پڑتے ہیں۔ اس کے باوجود اگر کوئی بچ بچا کر گھر پہنچ بھی جائے تب بھی وہ اپنے صحن میں گرتا ہے۔

معنی و اشارات

مینہ	–	بارش	Rain
چھتا	–	مراد چھت	Roof
اٹاری	–	کھلی چھت	Terrace, roof
جھینکنا	–	رونا	Cry
موقوف	–	تھما ہوا	Deferred
فیل	–	ہاتھی	Elephant
پالکی نشیں	–	پالکی میں بیٹھا ہوا	One carried in Palki / sedan

مشق

نظم کا بغور مطالعہ کیجیے اور دی ہوئی سرگرمیوں کو ہدایتوں کے مطابق مکمل کیجیے۔

- نظم سے گھر کی مختلف چیزوں کے نام تلاش کر کے لکھیے۔
- برسات کی پھسلن میں پھسلنے والوں کے نام لکھیے۔
- پھسلنے سے پہلے کی کیفیت لکھیے۔
- نظم سے متضاد اور ہم معنی الفاظ کی جوڑیاں تلاش کیجیے۔
- آپ کے خیال میں مشکل بند کو نثر میں تبدیل کیجیے۔
- نظم کے چوتھے بند کو عملی طور پر ہوتے ہوئے تصوّر کیجیے اور اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔
- شاعر نے برسات کے جو اثرات بیان کیے ہیں، انھیں لکھیے۔
- ان اشعار کا مطلب بتائیے۔

جھڑیوں نے اس طرح کا دیا آ گے جھڑ لگا
سنیے جدھر اُدھر کو دھڑاکے کی ہے صدا
مفلس غریب پر ہی ، یہ موقوف کچھ نہیں
کیا فیل کا سوار ہے ، کیا پالکی نشیں

- ذیل کے ہم معنی الفاظ نظم سے ڈھونڈ کر لکھیے۔

۱۔ بارش ۲۔ چھت کے اوپر بنا ہوا مکان
۳۔ بڑا پکا مکان ۴۔ شکایت کرنا

- اس نظم میں برسات اور پھسلن کو شاعر نے بڑے دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے۔ آپ بھی سردی کی شدت پر چند جملے لکھیے اور اس موضوع پر کسی شاعر کی نظم تلاش کر کے اپنی بیاض میں لکھیے۔

۳۔ نوعِ بشر سے محبت

نظمؔ طباطبائی

پہلی بات : کہا جاتا ہے کہ جو زمین والوں سے محبت کرے آسمان والا اس سے محبت کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں سے حسنِ سلوک کرنا بھی عبادت کی ایک قسم ہے۔ جو لوگ مخلوق سے محبت کرتے ہیں دنیا میں ان کی بھی عزّت و توقیر کی جاتی ہے۔ نوعِ بشر سے ہمدردی اور ان کے ساتھ محبت کا عمل انسان کی دنیاوی اور اخروی کامیابی کا ذریعہ بن جاتا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں نیک لوگوں کی فہرست میں ان کا نام درج ہوتا ہے۔ انسان سے ہمدردی کے اس عمل کی اہمیت کو شاعر نے اس نظم میں ایک واقعے کی صورت میں بیان کیا ہے۔

جان پہچان : سیّد حیدر علی نظمؔ طباطبائی (۱۸۵۲ تا ۱۹۳۳ء) ایک قادر الکلام اور کہنہ مشق شاعر تھے۔ انھوں نے کئی انگریزی نظموں کے منظوم ترجمے اُردو میں اتنی کامیابی کے ساتھ کیے ہیں کہ ان پر اصل کا گمان ہوتا ہے۔ انھیں زبان و بیان پر قدرت حاصل تھی۔ ذیل کی نظم بھی انگریز شاعر 'لی ہنٹ' کی نظم کا ترجمہ ہے۔ اس میں حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے قصے کے ذریعہ یہ بتایا گیا ہے کہ بنی نوعِ انسان سے محبت افضل عبادت ہے۔

ابُو ابنِ ادہمؒ پہ رحمت خدا کی — ہُوا خوابِ شیریں سے بیدار اک شب
وہ کیا دیکھتا ہے کہ نوُرِ قمر سے — درخشاں ہیں کمرے کے دیوار و در سب

وہاں رونق افروز ہے اک فرشتہ — کتابِ طَلائی میں کچھ لکھ رہا ہے
ابو نے نہایت دِلیری سے پوچھا — ''بتا اے فرشتے ! یہ تحریر کیا ہے؟''

اُٹھایا فرشتے نے سر اپنا فوراً — نظر کی ابو پر بہ صد مہربانی
بتایا کہ یہ نام ان اشخاص کے ہیں — جنھیں حق سے ہے اُلفتِ غیر فانی

ابو نے کہا ، ''کیا مرا نام بھی ہے؟'' — ہِلایا فرشتے نے انکار کا سر
یہ معلوُم کرکے وہ آہستہ بولا — مگر اس کا دل مطمئن تھا سراسر

''مجھے کم سے کم ایسے لوگوں میں لکھ دے — جو کرتے ہیں نوعِ بشر سے محبت''
فرشتے نے یہ بات منظوُر کرلی — لکھا نام اس کا ہُوا واں سے رخصت

مگر دوُسری رات پھر وہ فرشتہ — بہت شادماں ہوکے کمرے میں آیا
ابو ابن ادہم معاً جاگ اُٹھا — کچھ اس قسم کی روشنی ساتھ لایا

دِکھائے ان اشخاص کے نام اس نے   جنھیں عشقِ حق نے مشرّف کیا تھا
ابو ابن ادہم ، مگر سب سے پہلے   کتابِ طلائی میں لکھّا ہوا تھا

خلاصۂ کلام : اس نظم میں شاعر نے انسانی ہمدردی کی اہمیت اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس کی اہمیت کو ایک قصے کی شکل میں بیان کیا ہے۔ ابراہیم بن ادہمؒ ایک مشہور بزرگ ہوئے ہیں۔ وہ بڑے اللہ والے تھے اور صبر وشکر کے ساتھ زندگی گزارا کرتے۔ ایک بار یوں ہوا کہ انھیں خواب میں ایک سنہری کتاب لیے فرشتہ نظر آیا۔ انھوں نے فرشتے سے پوچھا کہ اس کتاب میں کیا لکھا ہے تو فرشتے نے کہا کہ اللہ سے محبت کرنے والوں کے نام ہیں۔ اپنے نام کے متعلق انھوں نے فرشتے سے پوچھا تو فرشتے نے انکار کر دیا۔ ابن ادہمؒ نے کہا کہ کم از کم میرا نام لوگوں سے محبت کرنے والوں ہی میں درج کر دے۔ دوسرے دن دوبارہ فرشتہ آیا تو لوگوں سے محبت کرنے کی بنیاد پر ان کا نام کتاب میں سب سے اوّل نمبر پر تھا۔

معنی واشارات

ابوابن ادہم – حضرت ابراہیم ادہمؒ مراد ہیں جو بلخ کے بادشاہ تھے۔ انھوں نے بادشاہی چھوڑ کر درویشی اختیار کر لی تھی۔ Abou ben Adhem

خواب – مراد نیند Sleep

خوابِ شیریں – میٹھی نیند، اطمینان اور آرام کی نیند Sweet dreams, healthy sleep

درخشاں – روشن Shining

رونق افروز – مراد موجود Present

طلائی – سنہری Golden

شادماں – خوش Glad, happy

معاً – فوراً، اچانک At the same instant,

مشرّف – جسے شرف اور بزرگی حاصل ہو Endowed

مشق

نظم 'نوعِ بشر سے محبت' کا بغور مطالعہ کیجیے اور ذیل کی سرگرمیوں کو مکمل کیجیے۔

- بیان مکمل کیجیے۔
  - ۱۔ فرشتہ اپنی کتاب میں لکھ رہا تھا کہ ....
  - ۲۔ ابوابن ادہمؒ نے فرشتے سے کہا کہ ....
  - ۳۔ دوسری رات فرشتے کی کتاب میں ابوابنِ ادہم کا نام سب سے اوپر لکھا ہوا تھا کیونکہ ....
- اس نظم کا مرکزی خیال بیان کیجیے۔
- درج ذیل شعر کا مطلب سمجھائیے۔

  ''مجھے کم سے کم ایسے لوگوں میں لکھ دے
  جو کرتے ہیں نوعِ بشر سے محبت''
- فرشتہ جن افراد کے نام لکھ رہا تھا، ان کی خصوصیت لکھیے۔
- دوسرے دن فرشتے کی شادمانی کا سبب لکھیے۔
- ابوابن ادہمؒ کا وہ سوال لکھیے جس کا جواب فرشتے نے انکار میں دیا۔

❂ ابوابن ادہمؒ کی اُس التجا کو لکھیے جس کو فرشتے نے قبول کیا تھا۔

❂ نظم کو پڑھ کر ذیل کی واقعاتی ترتیب درست کیجیے۔

ا۔ فرشتے کا شادماں آنا

۲۔ ابوابن ادہمؒ کا فرشتے سے سوال کرنا

۳۔ کتابِ طلائی میں سب سے پہلا نام ہونا

۴۔ ابوابن ادہمؒ کا نیند سے جاگنا

❂ ابوابن ادہمؒ کا نام طلائی کتاب میں سب سے پہلے لکھے جانے پر اپنے خیال کا اظہار کیجیے۔

❂ ذیل کے اشعار کے مفہوم کو اپنے لفظوں میں لکھیے۔

دِکھائے ان اشخاص کے نام اس نے
جنھیں عشقِ حق نے مشرف کیا تھا
ابو ابن ادہم ، مگر سب سے پہلے
کتابِ طلائی میں لکھا ہوا تھا

❂ 'انسانوں سے محبت' پر دس جملوں کا مضمون لکھیے۔

قواعد :

ذیل کی سرگرمیاں ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔

❂ نظم کے دوسرے بند کا قافیہ نقل کیجیے۔

❂ لغت کی مدد سے ذیل کے معنی تلاش کر کے لکھیے۔

ا۔ ابو	۲۔ ابن
۳۔ نوعِ بشر	۴۔ مشرف
۵۔ عشقِ حق	۶۔ غیرفانی
۷۔ نورِ قمر	۸۔ فرشتہ

❂ ذیل کے واحد/ جمع لکھیے۔

ا۔ اشخاص	۲۔ کتاب
۳۔ نور	۴۔ اقسام

استعارہ

یہ شعر پڑھیے:

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

اس شعر میں ہندوستان کو گلستاں اور 'ہم' کو 'بلبلیں' کہا گیا ہے۔ یہاں یہ نہیں کہا کہ ہندوستان گلستان کی طرح ہے اور ہم بلبل جیسے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ تعلق تشبیہ کا ہوتا۔ یہاں حرفِ تشبیہ (طرح، مانند وغیرہ) استعمال نہیں کیے گئے ہیں۔ جب حرفِ تشبیہ کے بغیر دو اسموں کو ایک جیسا بتایا جاتا ہے تو شعر میں اس صنعت کو **'استعارہ'** کہتے ہیں۔

❂ ذیل کے شعر میں استعارے کے الفاظ تلاش کیجیے۔

پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسماں کا
وہ سنتری ہمارا ، وہ پاسباں ہمارا
گودی میں کھیلتی ہیں اس کی ہزاروں ندیاں
گلشن ہے جن کے دم سے رشکِ جناں ہمارا

۴۔ اعلانِ جمہوریت

جگؔر مرادآبادی

پہلی بات : عوام کی، عوام کے لیے اور عوام کے ذریعے چلائی جانے والی حکومت کو جمہوریت کہتے ہیں۔ اس طرزِ حکومت کے دستور میں عدل و انصاف، مساوات اور قومی یکجہتی پر زور دیا جاتا ہے۔ یہ دستور تحریری ہوتا ہے اور حکومت اسی کی روشنی میں رفاہِ عامہ کے کام کرتی ہے۔ بھید بھاؤ، نفرت اور عدم مساوات کے لیے جمہوری دستور میں کوئی جگہ نہیں۔ انگریزوں کی غلامی سے آزادی کے بعد ہندوستان میں جمہوریت کا نفاذ ہوا اور حکومت چلانے کے لیے دستور بنایا گیا۔ اس دستور کی رو سے حکومت کو پابند کیا گیا کہ مذہب و نسل کے فرق کے بغیر عوام کی فلاح و بہبود کے کام کرتی رہے۔ ذیل کی نظم میں شاعر جمہوریت کا خوش آئند اعلان سن کر پُر اُمید نظر آ رہا ہے۔

جان پہچان : جگؔر کا اصل نام علی سکندر تھا۔ ان کے والد مولوی علی تھے جو نظؔر تخلص کرتے تھے۔ جگؔر ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم انھوں نے گھر ہی پر حاصل کی۔ انھیں بچپن ہی سے شاعری کا شوق تھا۔ انھوں نے اوّل اوّل اپنے والد سے اصلاح لی پھر داغؔ کے شاگرد ہوئے۔ 'داغِ جگؔر'، 'شعلۂ طور' اور 'آتشِ گل' ان کے شعری مجموعے ہیں۔ علی گڑھ یونیورسٹی نے جگؔر کو ڈی۔ لٹ کی اعزازی ڈگری سے نوازا تھا۔ ۱۹۶۰ء میں ان کا انتقال ہوا۔

خدا کرے کہ یہ دستوٗر سازگار آئے
جو بے قرار ہیں اب تک ، انھیں قرار آئے

بہار آئے اور اس شان کی بہار آئے
کہ پھوٗل ہی نہیں کانٹوں پہ بھی نکھار آئے

وہ سرخوشی ہو کہ خود سرخوشی بھی رقص کرے
وہ زِندگی ہو کہ خود زِندگی کو پیار آئے

چمن چمن ہی نہیں جس کے گوشے گوشے میں
کہیں بہار نہ آئے کہیں بہار آئے

دلوں پہ نقش نہ رہ جائے کوئی نفرت کا
یہ فتنہ بن کے نہ آشوبِ روزگار آئے

نمائشی ہی نہ ہو یہ نظامِ جمہوری
حقیقتاً بھی زمانے کو سازگار آئے

خلوص و عدل و مساوات دل میں گھر کرلیں
نہ یہ کہ ذِکر زباں پر ہی بار بار آئے

زبان و دل میں بہم اِرتباط ہو ایسا
کہ جو زبان کہے ، دل کو اعتبار آئے

خلاصۂ کلام : ۲۶ر جنوری ۱۹۵۰ء کو جب ہمارے ملک میں جمہوری حکومت کا نظام قائم ہوا تو شاعر نے اس طرح کی حکومت کے قیام کو مبارک مان کر بہت سے خیالات کا ذکر کیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں جمہوریت کا دستور ہمارے ملک کے لیے مناسب رہے جو لوگ ایسا نظام چاہتے تھے، ان کے دلوں کو اب سکون ملنا چاہیے۔ ملک کے باغ میں ہر طرف بہار آ جائے اور اس کا گوشہ گوشہ خوشی سے ناچنے لگے۔ یہ قانون دلوں سے نفرت کو ختم کر دے اور زمانے کی مصیبتوں کو مٹا دے۔ شاعر کو اُمید ہے کہ یہ طریق حکومت دِکھاوے کا نہیں ہوگا اور اس کی وجہ سے ہر طرف انصاف، برابری اور بھلائی کا ذکر پھیل جائے گا۔ جو بات دل میں ہوگی وہی زبان پر آئے گی یعنی سننے والے کو کہنے والے کی باتوں پر اعتبار آئے گا۔

معنی و اشارات

دستور	–	قانون، آئین	Constitution
سازگار	–	مناسب	Favourable
سرخوشی	–	مستی، خوشی	Cheerfulness
فتنہ	–	مصیبت	Trouble
آشوبِ روزگار	–	زمانے کی خرابی	Disturbance, hard time
نمائشی	–	دِکھاوے کا	Artificial, formal
نظامِ جمہوری	–	جمہوری حکومت کا طریقِ کار	System of democracy
عدل	–	انصاف	Justice
مساوات	–	برابری	Equality
بہم	–	ایک ساتھ	Together
ارتباط	–	ربط، تعلق	Connection

مشق

- نظم کے پس منظر میں جمہوری دستور کی تعریف بیان کیجیے۔
- نظم سے صنعتِ تضاد کا شعر تلاش کرکے لکھیے۔
- شاعر کے مطابق بہار کے معیار کو بیان کیجیے۔
- شاعر جس دستور کی بات کر رہا ہے، اس کی خصوصیات لکھیے۔
- اس شعر کی تشریح کیجیے۔

  وہ سرخوشی ہو کہ خود سرخوشی بھی رقص کرے
  وہ زندگی ہو کہ خود زندگی کو پیار آئے

- جمہوریت سے متعلق شاعر کے خیالات کو اپنے الفاظ میں قلم بند کیجیے۔
- زبان اور دل کے بارے میں شاعر کا خیال بیان کیجیے۔
- اِس نظم کے کئی مصرعوں میں الفاظ کی تکرار ہے۔ انھیں تلاش کرکے لکھیے۔
- ذیل کے محاوروں کے معنی لکھ کر انھیں اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

  ۱۔ دل پر نقش رہ جانا
  ۲۔ دل میں گھر کر لینا

- ذیل کے معنی لکھیے۔

  ۱۔ نکھار   ۲۔ رقص
  ۳۔ پیار آنا   ۴۔ چمن
  ۵۔ خلوص

۵۔ علم وعمل

محمد حسین آزادؔ

پہلی بات : علم حاصل کرنا ایک فریضہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ علم کے بغیر آدمی خدا کو بھی نہیں پہچانتا۔ علم آدمی کو عمل کی سیدھی راہ دِکھاتا ہے لیکن ایسا علم جو عمل کی رغبت نہ دلائے، وہ اس پیڑ کی طرح ہے جو پھول اور پھل سے محروم ہے۔ ایسے علم سے انسان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ ایک بے عمل عالم اس اونٹ کی طرح ہے جس کی پیٹھ پر کتابیں لدی ہوئی ہوں مگر ان کتابوں سے اسے کوئی فائدہ نہ پہنچے۔ ذیل کی نظم میں عمل کی ترغیب دینے والے علم کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔

جان پہچان : مولانا محمد حسین آزاد ۱۸۳۰ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولوی محمد باقر ایک اخبار نکالا کرتے تھے جس کا نام 'دہلی اُردو اخبار' تھا۔ آزادؔ کی ابتدائی تعلیم مروّجہ طریقے پر ہوئی۔ بعد میں محمد باقر نے آزادؔ کو مشہور شاعر ذوقؔ کے سپرد کردیا۔ انھوں نے آزادؔ کو زبان وادب کی تعلیم دی اور عربی، فارسی زبان سے بھی واقف کرایا۔ انھیں لاہور کے زمانۂ قیام میں محکمۂ تعلیم میں ملازمت مل گئی۔ دورانِ ملازمت انھوں نے طلبہ کے لیے نصابی کتابیں بھی تیار کیں۔ ان کی تصانیف میں 'آبِ حیات، نیرنگِ خیال، سخن دانِ فارس' اور 'دربارِ اکبری' نہایت اہم تسلیم کی جاتی ہیں۔ ۱۹۱۰ء میں آزادؔ کا انتقال ہوا۔

مجھے غرض نہیں ، کالج میں تم پڑھے کہ نہیں
جماعتوں کے مدارج پہ تم چڑھے کہ نہیں

کتابیں پڑھ کے جو کی حفظ ہر زبان تو کیا
اور ان میں پاس ہوئے دے کے امتحان تو کیا

تمھارے خُلق پہ بھی کچھ اثر ہوا کہ نہیں
زباں سے کہنے کی دل تک گئی صدا کہ نہیں

جو کچھ کہ منہ سے کہو ، اس کا لو اثر دل میں
کہ ہے کتابوں میں جو کچھ کرے وہ گھر دل میں

وگرنہ پڑھنے کو سب خاص و عام پڑھتے ہیں
ہزاروں طوطے ہیں کلمہ کلام پڑھتے ہیں

جو مجھ سے پوچھو تو پھر بھی ہے ناتمام وہ علم
تمام جب ہو کہ پہنچائے فیضِ عام وہ علم

وہ علم جس سے کہ اوروں کو فائدہ نہ ہوا
ہمارے آگے برابر ہے وہ ، ہُوا نہ ہوا

خلاصۂ کلام: شاعر کے نزدیک یہ بات اہم نہیں کہ آپ نے علم حاصل کیا، مختلف زبانیں سیکھیں اور امتحانات میں کامیابی حاصل کی۔ شاعر یہ چاہتا ہے کہ علم سے آراستہ ہونے کے بعد آپ کے اخلاق میں بھی سدھار پیدا ہو۔ جو علم تم نے سیکھا ہے وہ صرف یادداشت تک ہی محدود نہیں رہنا چاہیے بلکہ اس کا اثر دل پر بھی ہونا چاہیے۔ یوں تو طوطا بھی کلمہ پڑھتا ہے لیکن بے سود۔ اگر علم سے لوگوں کو فائدہ نہ پہنچے تو شاعر کے نزدیک اس کا حاصل کرنا نہ کرنا برابر ہے۔

اس نظم میں شاعر کہتا ہے کہ علم حاصل کرتے وقت یہ دھیان رہے کہ اس علم پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ علم تمھارے اخلاق کو سنوارے، تم کتابوں میں جو کچھ پڑھو، اس پر عمل بھی کرو۔ ایسا نہ ہو کہ طوطے کی طرح کچھ باتوں کو رٹ لو اور اسے دہراتے رہو۔ علم ایسا ہو کہ تمھاری ذات تک محدود نہ رہے بلکہ اس کا فائدہ دوسروں تک بھی پہنچے کیونکہ بے فائدہ علم ہونے نہ ہونے سے کسی کا بھلا نہیں ہوتا۔

معنی واشارات

مدارج	– زینے	Stages
حفظ کرنا	– زبانی یاد کرنا	Learn by heart
خلق	– اخلاق، برتاؤ	Character, behaviour
دل میں گھر کرنا	– پسند آنا	Win heart/affection (of)
وگرنہ	– ورنہ	Otherwise, or else
تمام ہونا	– پورا ہونا، ختم ہونا	Be finished, completed
فیض	– فائدہ	Benefit, grace

مشق

- مولوی محمد باقر کے اخبار کا نام لکھیے۔
- پڑھے لکھوں کو شاعر نے جو نصیحت کی ہے، اُسے لکھیے۔
- ان چیزوں کے نام لکھیے جن سے شاعر کو کوئی غرض نہیں۔
- علم کی خصوصیات بیان کیجیے۔
- 'علم بغیر عمل' کی خامیاں گنوائیے۔
- علم کے تمام ہونے کی شرط تحریر کیجیے۔
- نظم سے ردیف، قافیے کی جوڑیاں لکھیے۔
- معنی کی مناسبت سے اعراب لگائیے۔

  ۱۔ اخلاق - خلق

  ۲۔ لوگ/عوام - خلق
- ذیل کے ہم معنی الفاظ لکھیے۔

  ۱۔ غرض

  ۲۔ صدا

  ۳۔ کلام
- نظم کی روشنی میں ویب خاکہ مکمل کیجیے۔

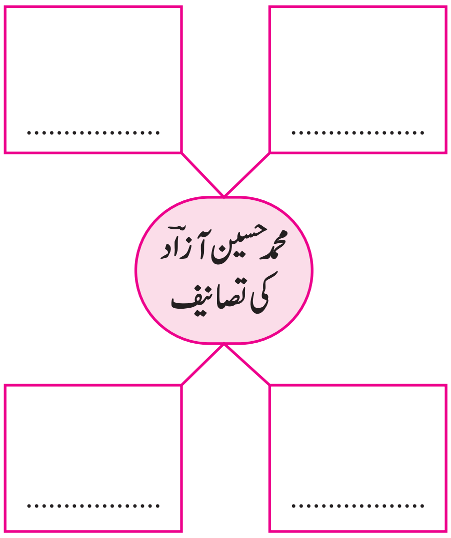

٦۔ رات

اسمٰعیلؔ میرٹھی

پہلی بات : رات کے دن میں بدلنے اور مختلف موسموں کے آنے جانے سے ہمیں تبدیلی کا احساس ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ہم زندگی کی یکسانیت سے بیزار ہو جائیں۔ خدا نے دن کام کرنے کے لیے بنایا اور تھکے ماندے انسانوں اور جانداروں کے آرام کرنے کے لیے رات بنائی۔ ذیل کی نظم میں شاعر نے رات کی راحت و آرام کو خوب صورت انداز میں بیان کیا ہے۔

جان پہچان : اسمٰعیلؔ میرٹھی کی پیدائش میرٹھ میں ۱۸۴۳ء میں ہوئی۔ انھوں نے رُڑکی کے کالج میں انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کی اور میرٹھ میں انسپکٹر آف اسکول کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ انھوں نے 'اُردو زبان کا قاعدہ' اور 'اُردو کی پہلی کتاب' بھی تیار کی تھی۔ اسمٰعیلؔ میرٹھی نے آسان اور سادہ زبان میں بچوں کے لیے نظمیں لکھیں جو بہت مقبول ہوئیں۔ بچوں کے ادب میں انھیں نمایاں مقام حاصل ہے۔ یکم نومبر ۱۹۱۷ء کو میرٹھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔

گیا دن ، ہوئی شام ، آئی ہے رات　　خدا نے عجب شے بنائی ہے رات
نہ ہو رات تو دن کی پہچان کیا　　اُٹھائے مزہ دن کا انسان کیا
ہوئی رات ، خلقت چُھٹی کام سے　　خموشی سی چھائی سرِ شام سے
مسافر نے دن بھر کیا ہے سفر　　سرِ شام منزل پہ کھولی کمر
درختوں کے پتّے بھی چپ ہوگئے　　ہَوا تھم گئی پیڑ بھی سو گئے
اندھیرا اُجالے پہ غالب ہوا　　ہر اک شخص راحت کا طالب ہوا
ہوئے روشن آبادیوں میں چراغ　　ہوا سب کو محنت سے حاصل فراغ
کسان اب چلا کھیت کو چھوڑ کر　　کہ گھر میں کرے چَین سے شب بسر
تھپک کر سُلایا اسے نیند نے　　تردّد بُھلایا اسے نیند نے
غریب آدمی جو کہ مزدور ہیں　　مشقّت سے جن کے بدن چوُر ہیں
وہ دن بھر کی محنت کے مارے ہوئے　　وہ ماندے تھکے اور ہارے ہوئے
نہایت خوشی سے گئے اپنے گھر　　ہوئے بال بچّے بھی خوش دیکھ کر
گئے بھول سب بال بچّوں کا غم
سویرے کو اُٹھیں گے اب تازہ دم

خلاصۂ کلام : شاعر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بے شمار عنایتوں میں رات ایک بڑی نعمت ہے۔ رات سے ہی دن کی پہچان ہے۔ مسافر دن بھر سفر کا حوصلہ کرتا ہے اور شام کو آرام کی غرض سے منزل پر ٹھہرتا ہے۔ جیسے جیسے دن ڈھلتا جاتا ہے اندھیرا اُجالے پر چھا جاتا ہے۔ سرِ شام آبادیوں میں چراغ روشن ہوجاتے ہیں۔ کسان، غریب مزدور دن بھر محنت و مشقت کے بعد تھکے ماندے ہونے کے باوجود خوشی خوشی گھر پہنچتے ہیں تو بیوی بچے بھی خوش ہوجاتے ہیں۔ نیند سب غم پریشانی بھلا دیتی ہے اور وہ رات کو اطمینان سے سوجاتے ہیں اور دوسرے دن صبح ہی تازہ دم ہوکر پھر اپنے کام کے لیے نکل پڑتے ہیں۔

معنی و اشارات

لفظ		معنی	English
مزہ اُٹھانا	–	لطف اُٹھانا	Enjoy oneself
خلقت	–	لوگ	Mankind
غالب آنا	–	چھاجانا	Overcome, defeat
فراغ	–	فرصت، نجات	Leisure, freedom
طالب	–	طلب کرنے والا، مانگنے والا	Seeker, desirous
شب بسر کرنا	–	رات گزارنا	Spend night
تردّد	–	پریشانی	Hesitation

مشق

❂ ستون 'الف' اور ستون 'ب' کے مصرعوں کی مناسب جوڑیاں لگا کر مکمل شعر لکھیے۔

ستون 'الف'	ستون 'ب'
۱۔ نہ ہو رات تو دن کی پہچان کیا	سرِ شام منزل پہ کھولی کمر
۲۔ مسافر نے دن بھر کیا ہے سفر	تردّد بھلایا اسے نیند نے
۳۔ اندھیرا اُجالے پہ غالب ہوا	ہوئے بال بچے بھی خوش دیکھ کر
۴۔ تھک کر سلایا اسے نیند نے	مشقت سے جن کے بدن چوٗر ہیں
۵۔ غریب آدمی جو کہ مزدور ہیں	اُٹھائے مزہ دن کا انسان کیا
۶۔ نہایت خوشی سے گئے اپنے گھر	ہر اک شخص راحت کا طالب ہوا

❂ الفاظ کی تبدیلی کے بغیر ان مصرعوں کو نثر میں لکھیے۔

مثال : گیا دن ہوئی شام آئی ہے رات

جواب : دن گیا، شام ہوئی، رات آئی ہے۔

۱۔ خموشی سی چھائی سرِ شام سے

۲۔ مسافر نے دن بھر کیا ہے سفر

۳۔ ہوئے روشن آبادیوں میں چراغ

۴۔ ہوا سب کو محنت سے حاصل فراغ

۵۔ تھک کر سلایا اسے نیند نے

❂ نظم سے صنعت تضاد کے دو شعر تلاش کر کے لکھیے۔

❂ نظم کے حوالے سے شام کا منظر لکھیے۔

❂ 'رات ہوگئی' اس کو ظاہر کرنے والا مصرع لکھیے۔

❂ نظم سے چار ہم معنی الفاظ کی جوڑیاں تلاش کر کے لکھیے۔

❂ رات اور دن خدا کی نعمتیں ہیں۔ اس پر چند جملے لکھیے۔

❂ درج ذیل الفاظ کے ہم صوت الفاظ لکھیے۔

انسان	غالب	چراغ	غم
↓	↓	↓	↓
....	....	....	....

۷۔ ایک گھوڑا اور اس کا سایہ

ماخوذ

پہلی بات : آدمی اکثر وہم کا شکار ہو جاتا ہے۔ مختلف قسم کی توہمات میں گھر کر وہ خود اپنی ترقی کے کاموں میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ کبھی بلّی آڑے آجانے سے وہ نہایت اہم کام کرنے سے رُک جاتا ہے، کبھی چھینک آجانے کو بدشگونی قرار دے کر کام سے ہاتھ اُٹھا لیتا ہے۔ بھوت، چڑیل پر وہ یقین رکھتا ہے اور ان سے خوف زدہ ہو کر ہمیشہ پریشان رہتا ہے۔ ایسی موہوم کمزوریوں کو شاعر نے اس نظم میں بڑے مؤثر انداز میں سمجھایا ہے۔

ایک گھوڑا تھا نہایت عیب دار
اپنے سایے سے بدکتا بار بار
اس سے مالک نے خفا ہو کر کہا
سن تو احمق ! جس سے تؤ ہے ڈر رہا
جسم کا تیرے ہی تو سایہ ہے وہ
کچھ درندہ ہے نہ چوپایہ ہے وہ
جسم رکھتا ہے ، نہ اس کے جان ہے
تو بڑا ڈرپوک اور نادان ہے
یوں دیا گھوڑے نے مالک کو جواب
سچ کہا یہ آپ نے لیکن جناب
آدمی سے بڑھ کے مَیں وہمی نہیں
اَن ہوئی باتوں کا ہے جس کو یقیں
بھوت کا قصّہ کہانی کے سِوا
کچھ نشاں گھر میں نہ جنگل میں پتَا
بھوت سے ڈرنا بھی کوئی بات ہے
کیا ہی وہمی آدمی کی ذات ہے
سایہ تو آنکھوں سے آتا ہے نظر
کیا عجب ہے جو ہوا مجھ پر اثر
اپنے دکھ کا کیجیے اوّل علاج
دوسروں کا پوچھیے پیچھے مزاج

خلاصۂ کلام : اس نظم میں شاعر نے ایک گھوڑے کا واقعہ بیان کیا ہے جو اپنے ہی سایے سے بار بار بدکتا تھا۔ اس کے مالک نے ایک دن خفا ہوکر اسے سمجھایا کہ وہ جس سایے سے ڈر رہا ہے وہ نہ درندہ ہے نہ کوئی چوپایہ۔ نہ اس کو جسم ہے نہ جان۔ وہ تو اسی کا سایہ ہے۔ اس کی بات سن کر گھوڑے نے کہا کہ میں تو محض ایک چوپایہ ہوں لیکن مجھ سے بڑھ کر وہمی تو انسان خود ہے جو نہ ہونے والی باتوں پر یقین کرتا ہے اور بھوت سے ڈرتا ہے جس کا کوئی وجود نہیں۔ بھوت نہ گھروں میں ہوتے ہیں نہ جنگل میں۔ مجھے تو اپنا سایہ آنکھوں سے نظر آجاتا ہے۔ اسے دیکھ کر میں ڈر جاتا ہوں لیکن آدمی تو نہ دِکھائی دینے والی چیز سے بھی ڈر جاتا ہے۔ مجھ سے زیادہ وہمی تو آدمی ہے۔ اس لیے دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے آپ اپنے وہم کا علاج کیجیے۔

معنی و اشارات

خفا ہونا	غصہ ہونا	Get angry
احمق	بے وقوف، بے عقل	Stupid
درندہ	چیر پھاڑ کرنے والا جنگلی جانور	Beast
چوپایہ	چار پیروں والا جانور	Quadruped, four limbed animals
وہمی	شک کرنے والا	Illusioned
اَن ہوئی	جو نہ ہوئی ہو	Not happened
مزاج پوچھنا	حالت معلوم کرنا	To know someone's well-being

مشق

نظم کو غور سے پڑھ کر ذیل کی سرگرمیوں کو ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔

- ذیل کے ویب خاکے کو نظم کے پس منظر میں مکمل کیجیے۔

....

مالک کے مطابق گھوڑے کی خامیاں

....

- گھوڑے اور انسان کے مشترک عیب کو بیان کیجیے۔
- گھوڑے اور انسان جن چیزوں سے ڈرتے ہیں ان کے نام لکھیے۔
- سایہ اور بھوت کی حقیقت بیان کیجیے۔

- نظم سے صفت کے الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔
- ذیل کے حرفی جال سے نظم کے قافیے لکھیے۔

مثلاً : سوا ، پتا

پ	ظ	ث	ل	ع
ی	ن	ت	س	ک
م	ڈ	د	ر	ا
ز	ج	ن	ق	و
ے	ہ	ی	ب	ل

- ذیل کے ہم معنی الفاظ نظم سے تلاش کر کے لکھیے۔

۱۔ بے وقوف ۲۔ ڈر کر اُچھلنا

۳۔ خواہ مخواہ ڈرنا ۴۔ خامی

۸۔ کرن

ضمیر اظہؔر

پہلی بات : خدا نے سورج، چاند وغیرہ بنائے ہیں۔ہمیں کام کرنے کے لیے روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ روشنی ہمیں سورج کی کرنوں سے حاصل ہوتی ہے۔ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی کرنیں زمین پر ہر جگہ پھیل جاتی ہیں۔سورج کی روشنی کئی شکلوں میں ہمارے سامنے آتی ہے۔کہیں شفق،کہیں دھنک اور کہیں چاندنی کی شکل میں۔ ذیل کی نظم میں شاعر نے سورج کی کرنوں کے رنگ روپ کو مختلف انداز میں پیش کیا ہے۔

میں رنگ رؤپ کی رانی
شفق کی بگیا سپنا میرا ، دھنک ہے مری کہانی
میں رنگ رؤپ کی رانی

ڈار ڈار پر جھؤلا جھؤلوں ، پھؤل پھؤل پر ناچؤں
کلی کلی کا چؤم کے مکھڑا ، جھؤم جھؤم کر ناچؤں
چمن چمن میں گھؤم گھؤم کر سنؤں پون کی بانی
میں رنگ رؤپ کی رانی

کوَمل تارے موتی میرے ، چاند ہے میری نیّا
جگمگ جگمگ کرنے والا جگنؤ میرا بھیّا
مجھ مَن موہن ، سُندر کی نگری ہے کتنی سُہانی
میں رنگ رؤپ کی رانی

کنول کنول پر منڈلاتی ہوں جب من کو بہلانے
دیکھ کے اپنے آئینے میں میرے پنکھ سُہانے
چلتے چلتے رُک جائے ندی کا بہتا پانی
میں رنگ رؤپ کی رانی

جانتی ہوں میں جیوَن میرا ہے اک کچّا موتی
پل دو پل میں مل جائے گی خاک میں جس کی جوتی
پھر بھی مُسکا مُسکا کر جیتی ہوں میں دیوانی
میں رنگ رؤپ کی رانی

خلاصۂ کلام : اس نظم میں سورج کی کرن اپنی خوبیاں بیان کرتی ہوئی کہہ رہی ہے کہ میں روپ کی رانی ہوں۔شفق اور دھنک میرے روپ ہیں۔سورج کی کرنیں سات رنگوں کا مرکب ہوتی ہیں۔اسی لیے شاعر نے اسے روپ کی رانی کہا ہے۔میں باغ میں شاخوں پر جھولا جھولتی ہوں،کلیوں اور پھولوں کا منہ چومتی ہوں،آسمان پر بکھرے ہوئے ستارے میرے موتی ہیں،چاند میری ناؤ ہے اور جگنو میرا بھائی ہے۔میں کنول کے پھول پر منڈلاتی ہوں۔میرے خوبصورت پروں کو اپنے آئینے میں دیکھ کر ندی کا پانی رُک جاتا ہے۔میری زندگی ایک کچے موتی کی طرح ہے جس کی روشنی جلد ختم ہوجائے گی۔یہ جانتے ہوئے بھی میں ہنسی خوشی زندگی گزارتی ہوں۔

معنی و اشارات

رنگ روپ	-	خوبصورتی	Appearance, complexion and look
بگیا	-	باغیچہ	Garden
ڈار	-	ڈالی	Branch
پون	-	ہوا	Wind
بانی	-	آواز	Voice
کومل	-	نرم	Soft, tender
نیّا	-	ناؤ	Boat
نگری	-	بستی،آبادی	Bustee, colony
من موہن	-	دل پسند	Pleasant, attractive
جوتی	-	چراغ کی لَو	Flame

مشق

- نظم کرن کا بغور مطالعہ کیجیے اور دی ہوئی سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔
  ۱۔ اِس گیت کے کسی بند کو نقل کیجیے۔
  ۲۔ ندی کے چلتے چلتے رک جانے کا سبب لکھیے۔
  ۳۔ چاند کو نیّا اور جگنو کو بھیّا کہنے کا سبب لکھیے۔
  ۴۔ رنگ روپ کی رانی کے ذریعے انسان کو کی گئی نصیحت کو واضح کیجیے۔
- نظم 'کرن' سے ہندی کے الفاظ الگ کرکے اُن کے اُردو ہم معنی الفاظ لکھیے۔
- گیت کے قافیوں کی فہرست بنائیے۔
- اس گیت کے معنی و اشارات سے پانچ الفاظ منتخب کرکے اُنھیں حروفِ تہجی کی ترتیب میں لکھیے۔

۹۔ غزلیات

غزل شاعری کی اُس مقبول ترین صنف کو کہتے ہیں جس میں نظم کی طرح شروع سے آخر تک ایک ہی خیال نہیں ہوتا بلکہ ہر شعر کا مضمون الگ ہوتا ہے۔غزل میں اشعار کی تعداد مقرر نہیں ہے مگر کم سے کم پانچ اشعار کی پابندی کی جاتی ہے۔غزل کے پہلے شعر کے دونوں مصرعوں میں قافیہ ہوتا ہے جسے مطلع کہتے ہیں۔قافیے کے بعد لفظ یا الفاظ کا جو مجموعہ ہوتا ہے اسے ردیف کہا جاتا ہے۔غزل میں ہر شعر کے دوسرے مصرعے میں قافیہ ہوتا ہے۔ردیف بھی لائی جاتی ہے۔عام طور پر آخری شعر میں شاعر کا تخلص ہوتا ہے۔اس آخری شعر کو مقطع کہتے ہیں۔

غزل - ذوقؔ

جان پہچان : شیخ محمد ابراہیم ذوقؔ ۱۷۹۹ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔وہ آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کے استاد تھے۔بادشاہ نے انھیں 'ملک الشعرا' اور 'خاقانی ہند' کے خطابات سے نوازا تھا۔ذوقؔ بنیادی طور پر قصیدے کے شاعر ہیں۔سوداؔ کے بعد وہ اردو کے سب سے بڑے قصیدہ نگار مانے جاتے ہیں۔۱۸۵۴ء میں ان کا انتقال ہوا۔

اسے ہم نے بہت ڈھونڈا ، نہ پایا　　اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا
مقدّر ہی سے گر سؤد و زیاں ہیں　　تو ہم نے کچھ یہاں کھویا نہ پایا
احاطے سے فلک کے ہم تو کب کے　　نکل جاتے مگر رَستا نہ پایا
کبھی تؤ اور کبھی تیرا رہا غم　　غرض خالی دلِ شیدا نہ پایا
نظیر اس کا کہاں عالم میں اے ذوقؔ
کوئی ایسا نہ پائے گا ، نہ پایا

معنی واشارات

مقدر	قسمت	Fate
سودوزیاں	نفع اور نقصان	Profit and loss
فلک	آسمان	Sky
دلِ شیدا	چاہنے والا دل	Lover
نظیر	مثال	Same, match

مشق

- اس غزل کا مطلع تلاش کر کے لکھیے۔
- یہ شعر کس صنعت کا ہے؟

مقدر ہی سے گر سود و زیاں ہیں
تو ہم نے کچھ یہاں کھویا نہ پایا

- اس غزل کی ردیف لکھیے۔
- شاعر کا دِل کبھی خالی نہ رہا۔وجہ لکھیے۔
- ''بہت ڈھونڈا، نہ پایا'' سے مراد.......
- ستون 'الف' کے الفاظ کے معنی ستون 'ب' میں دیے ہوئے ہیں۔مناسب جوڑیاں لگائیے۔

ستون الف : الفاظ	ستون ب : معنی
کھوج	مثال
مقدر	دنیا
فلک	قسمت
نظیر	تلاش
عالم	آسمان

غزل - مومنؔ خان مومنؔ

جان پہچان : مومن خان مومنؔ دہلی میں ۱۸۰۰ء میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے مختلف علوم میں مہارت حاصل کی تھی۔ ریاضی، علم نجوم اور موسیقی کے علاوہ علم طب کی باضابطہ تعلیم حاصل کی تھی۔ ان کا شعری سرمایہ غزلوں، مثنویوں اور قصیدوں پر مشتمل ہے لیکن انھوں نے کبھی بادشاہوں کی شان میں قصیدے نہیں لکھے۔ ان کی شاعری میں جذبات کی اصلیت اور صنائع بدائع کا استعمال زیادہ نظر آتا ہے۔ ۱۴ر مئی ۱۸۵۱ء کو دہلی میں ان کا انتقال ہوگیا۔

ہم سمجھتے ہیں آزمانے کو
عذر کچھ چاہیے ستانے کو

سنگِ در سے ترے نکالی آگ
ہم نے دشمن کا گھر جلانے کو

برق کا آسمان پر ہے دماغ
پھونک کر میرے آشیانے کو

کوئی دن ہم جہاں میں بیٹھے ہیں
آسماں کے ستم اُٹھانے کو

چل کے کعبے میں سجدہ کر مومنؔ
چھوڑ اس بُت کے آستانے کو

معنی و اشارات

عذر	-	حیلہ، بہانہ	Excuse
سنگِ در	-	دہلیز کا پتھر	Stone of threshold
دماغ آسمان پر ہونا	-	مغرور ہونا، خود پسند ہونا	Be adamant
کوئی دن	-	کچھ دن	Certain days
ستم اُٹھانا	-	ظلم برداشت کرنا	Tolerate injustice
آستانہ	-	چوکھٹ، درگاہ، بارگاہ	Mystic's hospice or residence (of a saint)

مشق

❂ درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے۔

ہم سمجھتے ہیں آزمانے کو
عذر کچھ چاہیے ستانے کو
چل کے کعبے میں سجدہ کر مومنؔ
چھوڑ اس بُت کے آستانے کو

- اس غزل میں جو شعر آپ کو زیادہ پسند ہے اس کی تشریح کیجیے۔
- مناسب جوڑیاں لگائیے۔

ستون 'الف'	ستون 'ب'
عذر	آسمان پر
سمجھ	گھر جلانے کو
آگ	ستانے کو
برق	آزمانے کو

- 'برق کا آسماں پر ہے دماغ' اس مصرعے سے ایک محاورہ بنائیے۔
- درج ذیل شعر غزل کا .... ہے۔

چل کے کعبے میں سجدہ کر مومنؔ
چھوڑ اس بُت کے آستانے کو

- اس غزل کے قافیے لکھیے۔
- معنی لکھیے:

۱) برق ۲) آشیانہ

- شعر کو نثر میں لکھیے۔

کوئی دن ہم جہاں میں بیٹھے ہیں
آسماں کے ستم اُٹھانے کو

آیئے، کچھ کریں:

- مومنؔ جن علوم میں ماہر تھے، ان پر انٹرنیٹ کی مدد سے ایک نوٹ تیار کیجیے/مضمون لکھیے۔
- مومنؔ کے تین ہم عصر شعرا کے نام تلاش کیجیے اور ان کی تین غزلیں شعرا کے نام کے ساتھ جمع کیجیے۔
- مومنؔ نے علمِ طب اور علمِ موسیقی سے بھی خود کو متعلق رکھا۔ ان دونوں علوم کی پانچ پانچ اصطلاحیں تلاش کر کے اپنی بیاض میں لکھیے۔
- مومنؔ کی غزل کے ہم قافیہ الفاظ کو جمع کیجیے اور اس فہرست میں پانچ کا اضافہ اپنی جانب سے کیجیے۔

ہمارا دماغ

انسانی دماغ ایک سیکنڈ میں ۸۰۰ یادداشتیں ریکارڈ کر لیتا ہے اور اوسطاً ۷۵ سال تک برابر یہ کام جاری رکھ سکتا ہے۔ ہمارے دماغ کی مستقل فائل میں ہر چیز ہر وقت موجود رہتی ہے۔

اگر ایک ایسا کمپیوٹر بنایا جائے جس کے امکانات انسانی دماغ کے برابر ہوں تو اس کا انفراسٹرکچر (ساخت) اتنا بڑا بنانا ہوگا کہ وہ 'ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ' جیسی عمارت کو گھیرے گا۔ ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ نیویارک میں ہے۔ اس کی ۱۰۲ر منزلیں ہیں اور اونچائی ۱۲۵۰ر فٹ ہے۔ ایسا کمپیوٹر اگر بنایا جا سکے تو اس کو چلانے کے لیے ایک ارب واٹ برقی توانائی درکار ہوگی۔

دماغ کے ایک لاکھ ملین نیوران (عصبی خلیات) جس طرح متحدہ طور پر کام کرتے ہیں اور ایک لمحے میں اشیا کے مابین تمیز کر لیتے ہیں، ایسی حیرت ناک کارکردگی کے اعتبار سے ایک فردِ واحد کا دماغ دنیا کی تمام مشینوں اور تمام کمپیوٹروں پر بھاری ہے۔

وزن کے لحاظ سے مردوں کا دماغ خواتین کی نسبت ۱۰ فیصد زیادہ بھاری ہوتا ہے۔ بڑے دماغ کے باعث مرد زیادہ ذہین تو نہیں ہوتے، بس اس قابل ہوجاتے ہیں کہ جسمانی کام بہتر طور پر کر سکیں۔

غزل - خلیل الرحمٰن اعظمی

جان پہچان : خلیل الرحمٰن اعظمی سرائے میر، ضلع اعظم گڑھ میں ۱۹۲۷ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علی گڑھ میں حاصل کی۔ ایم اے اور ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد وہیں شعبۂ اُردو سے وابستہ ہوگئے۔ اُردو میں 'ترقی پسند تحریک'، مضامینِ نو' اور 'فکر و فن' ان کی اہم تصانیف ہیں۔ خلیل الرحمٰن نے غزلوں میں ذاتی احساسات کے ساتھ اپنے زمانے کے دکھ درد کو پُر اثر انداز میں بیان کیا ہے۔ طویل بیماری کے بعد علی گڑھ ہی میں ۱۹۷۸ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔

ہم بانسری پر موت کی گاتے رہے نغمہ ترا
اے زندگی ! اے زندگی ! رتبہ رہے بالا ترا

اپنا مقدّر تھا یہی اے منبعِ آسودگی
بس تشنگی ، بس تشنگی ، گو پاس تھا دریا ترا

اِس گام سے اُس گام تک ، زنجیرِ غم کے فاصلے
منزل تو کیا ہم کو ملے ، چلتا رہے رَستا تیرا

تو کون تھا ، کیا نام تھا ، تجھ سے ہمیں کیا کام تھا
ہے پردۂ دل پر ابھی دھندلا سا اک چہرہ ترا

سؤرج ہے گو نامہرباں ، ہے سر پہ نیلا سائباں
اے آسماں ! اے آسماں ! دائم رہے سایہ ترا

معنی و اشارات

منبعِ آسودگی	- خوشحالی دینے	Source of prosperity	
تشنگی	- پیاس	Thirst, desire	
گام	- قدم	Foot, step	
دائم	- ہمیشہ باقی	Ever lasting, permanent	

مشق

- درج ذیل میں 'قافیہ' کی جوڑی دی گئی ہے۔ غزل کی روشنی میں غلط جوڑی پہچان کر لکھیے۔

  ۱) نغمہ - رتبہ ۲) دریا - رَستا ۳) چہرہ - سایہ

- درج ذیل شعر کی صنعت لکھیے۔

  ہم بانسری پر موت کی گاتے رہے نغمہ ترا
  اے زندگی ! اے زندگی ! رتبہ رہے بالا ترا

- 'سورج ہے گو نامہرباں ، ہے سر پہ نیلا آسماں' اس مصرع کی وضاحت کیجیے۔

- غزل کا وہ شعر لکھیے جس سے مایوسی جھلکتی ہو۔

- اِن اشعار میں بیان کردہ صحیح جذبات و کیفیات پہچانیے۔

  ہم بانسری پر موت کی گاتے رہے نغمہ ترا
  اے زندگی ! اے زندگی ! رتبہ رہے بالا ترا
  (حوصلہ / بزدلی / نفرت)

  اپنا مقدر تھا یہی اے منبعِ آسودگی
  بس تشنگی ، بس تشنگی ، گو پاس تھا دریا ترا
  (محرومی / خوشی / آزادی)

غزل - شکیبؔ جلالی

جان پہچان: شکیبؔ جلالی یکم اکتوبر ۱۹۳۴ء کو پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام سیّد حسن رضوی تھا۔ ان کے آبا و اجداد علی گڑھ کے نزدیک قصبہ جلالی کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے ۱۹۴۷ء میں جب وہ محض پندرہ برس کے تھے، غزل گوئی کا آغاز کیا۔ وہ جدید اُردو غزل کے اہم شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے وہ ۳۲ سال کی قلیل عمر میں ۱۲ر نومبر ۱۹۶۶ء کو انتقال کر گئے۔ ان کا شعری مجموعہ 'روشنی اے روشنی' ان کے انتقال کے بعد ۱۹۷۲ء میں شائع ہوا۔

جہاں تلک بھی یہ صحرا دِکھائی دیتا ہے
مری طرح سے اکیلا دِکھائی دیتا ہے

نہ اتنی تیز چلے سرپھری ہَوا سے کہو
شجر پہ ایک ہی پتّا دِکھائی دیتا ہے

بُرا نہ مانیے لوگوں کی عَیب جوئی کا
انھیں تو دن کا بھی سایہ دِکھائی دیتا ہے

یہ ایک ابر کا ٹکڑا کہاں کہاں برسے
تمام دشت ہی پیاسا دِکھائی دیتا ہے

وہیں پہنچ کے گرائیں گے بادباں اب تو
وہ دُور کوئی جزیرہ دِکھائی دیتا ہے

معنی و اشارات

تلک	تک	Till, untill	
سرپھری	پاگل	Unmanageable, mad	
عیب جوئی	خرابی تلاش کرنا	Picking out faults	
دشت	جنگل	Desert, forest	
بادبان	وہ کپڑا جو کشتی کی رفتار کو بڑھانے اور اس کا رُخ موڑنے کے لیے لگاتے ہیں	Sail	

مشق

❂ دیے ہوئے الفاظ کے ہم معنی لفظ لغت سے تلاش کیجیے۔

صحرا ، شجر ، سایہ ، جزیرہ

❂ درج ذیل شعر کی تشریح کیجیے۔

یہ ایک ابر کا ٹکڑا کہاں کہاں برسے
تمام دشت ہی پیاسا دِکھائی دیتا ہے

❂ دیے ہوئے الفاظ کی جمع لکھیے۔

شجر ، پتّا ، جزیرہ ، عیب

❂ غزل کے مطابق مناسب جوڑیاں لگائیے۔

۱۔ برا نہ مانیے	۱۔ پیاسا دِکھائی دیتا ہے
۲۔ یہ ایک ابر کا ٹکڑا ہے	۲۔ اکیلا دِکھائی دیتا ہے
۳۔ وہ دور کوئی	۳۔ کہاں کہاں برسے
۴۔ میری طرح سے	۴۔ لوگوں کی عیب جوئی کا
۵۔ تمام دشت ہی	۵۔ جزیرہ دِکھائی دیتا ہے

غزل - عبدالاحد ساز

جان پہچان : عبدالاحد سازؔ ۱۶؍اکتوبر ۱۹۵۰ء کو ممبئی میں پیدا ہوئے۔ ممبئی یونیورسٹی سے بی۔کام کیا۔ پیشے سے تاجر ہیں۔ طالب علمی کے زمانے سے شعر گوئی کا شوق رہا ہے۔ 'خموشی بول اُٹھی، سرگوشیاں زمانوں کی' اور 'در کھلے پچھلے پہر' ان کے شعری مجموعے ہیں۔ مہاراشٹر راجیہ ساہتیہ اکیڈمی کے علاوہ کئی ریاستی اکیڈمیوں نے انعامات سے نوازا ہے۔

خود کو اوروں کی توجّہ کا تماشا نہ کرو
آئینہ دیکھ لو ، احباب سے پوچھا نہ کرو

وہ جِلائیں گے تمھیں ، شرط بس اتنی ہے کہ تم
صرف جیتے رہو ، جینے کی تمنّا نہ کرو

چارہ گر ! چھوڑ بھی دو اپنے مرض پر ہم کو
تم کو اچّھا جو نہ کرنا ہے تو اچھا نہ کرو

جانے کب کوئی ہَوا آ کے گِرا دے اِن کو
طائرو ! ٹوٹتی شاخوں پہ بسیرا نہ کرو

شعر اچھّے بھی کہو ، سچ بھی کہو ، کم بھی کہو
درد کی دولتِ نایاب کو رُسوا نہ کرو

معنی و اشارات

احباب	-	حبیب کی جمع، دوست	Friends
جِلانا	-	زندہ کرنا	Bring back to life
شرط	-	ضروری	Necessary, condition
چارہ گر	-	علاج کرنے والا	One who finds remedy or cure
نایاب	-	قیمتی	Precious
رُسوا	-	بے عزّت	Dishonoured

مشق

❂ وجوہات لکھیے۔

۱۔ شاعر جینے کی تمنا نہ کرنے کی تلقین کر رہا ہے۔

۲۔ پرندوں کو شاخوں پر بسیرا کرنے سے منع کر رہا ہے۔

❂ خالی جگہ پُر کیجیے۔

۱۔ آئینہ دیکھ لو، .... سے پوچھا نہ کرو

۲۔ درد کی .... کو رسوا نہ کرو

❂ مصرعوں کی صحیح جوڑیاں لگائیے۔

چارہ گر ! چھوڑ بھی دو اپنے مرض پر ہم کو
جانے کب کوئی ہوا آ کے گرا دے اِن کو
وہ جِلائیں گے تمھیں ، شرط بس اتنی ہے کہ تم
طائرو ! ٹوٹتی شاخوں پہ بسیرا نہ کرو
تم کو اچھا جو نہ کرنا ہے تو اچھا نہ کرو
صرف جیتے رہو ، جینے کی تمنا نہ کرو

۱۰۔ رباعیات

پہلی بات : کسی مخصوص موضوع پر مسلسل اشعار کے مجموعے کو نظم کہتے ہیں۔ اس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں جو مصرعوں یا اشعار کی تعداد کے مطابق پہچانی جاتی ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ چار مصرعوں اور ایک خاص وزن و بحر میں ادا کیے گئے شاعرانہ خیال کو 'رباعی' کہتے ہیں۔ اکثر اس کے پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرعے میں قافیہ ہوتا ہے۔ (کبھی کبھی چاروں مصرعوں میں بھی قافیے استعمال کیے جاتے ہیں۔) رباعی میں شاعر جو کچھ کہنا چاہتا ہے اس کا خیال پہلے مصرعے سے ترقی کرتے ہوئے چوتھے مصرع میں اپنے عروج پر پہنچتا ہے۔ یہ مصرع بہت متاثر کرنے والا ہوتا ہے۔ شاعر اس میں رباعی کے بہت وسیع خیال کو ایک نقطے پر مرکوز کردیتا ہے اس لیے یہ مصرع بڑے خوب صورت اور چونکانے والے انداز میں شاعر کی بات کو مکمل کرتا ہے۔

تمام بڑے اور اہم شعرا کے کلام میں رباعیاں ملتی ہیں۔ میر و سوداؔ، انیسؔ و دبیرؔ، غالبؔ و ذوقؔ، اکبرؔ و رواںؔ، جوشؔ و فراقؔ، امجدؔ و یگانہؔ سب نے رباعیاں کہی ہیں۔

تلوک چند محرومؔ

جان پہچان : تلوک چند محرومؔ یکم جولائی ۱۸۸۷ء کو گوجراں والا (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں بھارت آئے اور دلّی میں رہنے لگے۔ ان کے کلام میں اخلاقی مضامین کثرت سے ملتے ہیں۔ 'گنجِ معانی، رباعیاتِ محرومؔ، کاروانِ وطن' وغیرہ ان کی شاعری کے مجموعے ہیں۔ ۶/جنوری ۱۹۶۶ء کو دلّی میں ان کا انتقال ہوا۔

مذہب کی زبان پر ہے نکوئی کا پیام
حسنِ عمل اور راست گوئی کا پیام
مذہب کے نام پر لڑائی کیسی
مذہب دیتا ہے صلح جوئی کا پیام

امجدؔ حیدرآبادی

جان پہچان : امجدؔ حیدرآبادی کا اصل نام سیّد احمد حسین تھا۔ وہ ۱۸۸۶ء میں حیدرآباد میں پیدا ہوئے تھے۔ ابتدائی تعلیم مدرسۂ نظامیہ سے حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد وہ مدرّس ہوئے اور ترقی کرتے کرتے صدر محاسب کے دفتر میں ملازم ہوگئے۔ وہ نہایت صوفی مزاج تھے۔ انھوں نے رباعی کے فن میں نام کمایا۔ ان کی رباعیوں کے تین مجموعے شائع ہوچکے ہیں۔ موسیٰ ندی کی طغیانی میں ان کا گھر، ماں اور والدہ سب غرق ہوگئے تھے۔ اسی کا غم انھیں آخری عمر تک کھائے جاتا رہا۔ ۱۹۶۱ء میں حیدرآباد ہی میں ان کا انتقال ہوا۔

کم ظرف اگر دولت و زر پاتا ہے
مانندِ حَباب اُبھر کے اِتراتا ہے
کرتے ہیں ذرا سی بات پر فخر خسیس
تنکا تھوڑی ہَوا سے اُڑ جاتا ہے

فانؔی بدایونی

جان پہچان : فانؔی بدایونی کا اصل نام شوکت علی خاں تھا۔ وہ بدایوں کے اسلام نگر میں ۱۸۷۹ء میں پیدا ہوئے۔ انٹرنس تک کی ابتدائی تعلیم انھوں نے بدایوں میں حاصل کی۔ علی گڑھ کالج سے ایل ایل بی کی ڈگری بھی حاصل کی مگر وکالت کے پیشے میں ان کا دل نہیں لگا۔ فانؔی کو بچپن ہی سے شاعری کا شوق تھا۔ ان کی بیشتر زندگی پریشانیوں میں گزری اس لیے ان کی شاعری میں یاس کا عنصر غالب نظر آتا ہے۔ 'باقیاتِ فانؔی' کے نام سے ان کا دیوان شائع ہو چکا ہے۔ ۱۹۴۱ء میں حیدرآباد میں ان کا انتقال ہوگیا۔

تکمیلِ بشر نہیں ہے سُلطاں ہونا — یا صف میں فرشتوں کی نُمایاں ہونا
تکمیل ہے عجز بندگی کا احساس — انسان کی معراج ہے انساں ہونا

سہیؔل مالیگانوی

جان پہچان : عبدالغفور دین محمد سہیؔل ۱۹۱۱ء میں پیدا ہوئے۔ وہ فارسی کے بہت بڑے عالم تھے۔ ہندوستان کے بڑے بڑے محققین فارسی کے مسائل پر گفتگو کرنے کے لیے ان سے ملنے آتے۔ طبابت اور تدریس کے پیشے سے وابستہ رہے۔ نظم اور غزل سے زیادہ رباعیات سے لگاؤ تھا۔ شاعری میں ان کے بہت سے شاگرد ہیں۔ 'سفینہ، درد و فغاں' اور 'درد و داغ' ان کے شاعری کے مجموعے ہیں۔ ۱۹۸۵ء میں انھوں نے وفات پائی۔

رَستے سے ہمالہ کو ہٹائے گا ضرور — منزل کی طرف قدم بڑھائے گا ضرور
یہ خاک کا پُتلا بھی بڑا ضدّی ہے — آندھی میں چراغ اپنا جلائے گا ضرور

معنی و اشارات

نکوئی	نیکی	Virtue, goodness
حسنِ عمل	عمل کی خوبی	Excellence of deed
راست گوئی	سچ کہنا	Veracity
کم ظرف	نالائق، کمینہ	Low-spirited
مانندِ حباب	بلبلے کی طرح	Like a bubble
صلح جوئی	امن پسندی	Peace loving
خسیس	بہت کنجوس	Miser, ungenerous
بشر	انسان	Human being
تکمیلِ بشر	انسان کا عروج	Pinnacle of humanity
سلطان	بادشاہ	King
صف	قطار	Queue, line
عجزِ بندگی	کمتر بندہ ہونا	Humbleness
معراج	بلندی، عروج	Pinnacle
خاک کا پتلا	مراد انسان	Human being
آندھی میں چراغ جلانا	ناممکن کام کرنا	Attempt the impossible

رباعی ۱:

❂ مناسب جوڑیاں لگائیے۔

ستون 'الف'	ستون 'ب'
زبان	صلح جوئی کا پیام
حسنِ عمل	نکوئی کا پیام
مذہب	راست گوئی کا پیام

❂ مذہب کے بارے میں آپ کے اپنے خیالات لکھیے۔

رباعی ۲:

❂ رباعی سے وہ مصرع تلاش کر کے لکھیے جس میں دو ہم معنی الفاظ آئے ہیں۔

❂ ہم معنی الفاظ لکھیے۔

زر حباب خسیس کم ظرف

....

❂ اس رباعی کے قافیے لکھیے۔

❂ رباعی کا مطلب لکھیے۔

رباعی ۳:

❂ صحیح متبادل سے خالی جگہ پُر کیجیے۔

۱۔ فرشتوں کی صف میں نمایاں ہونا ....

(الف) تکمیلِ بشر نہیں

(ب) معراجِ بندگی نہیں

(ج) عجزِ بندگی نہیں

۲۔ انسان کی معراج ہے ....

(الف) سلطان ہونا

(ب) فرشتہ ہونا

(ج) انسان ہونا

❂ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

۱۔ تکمیلِ بشر

۲۔ انسان کی معراج

❂ ذیل کے لفظوں کے معنی لکھیے۔

بشر بندگی صف عجز معراج

....

❂ رباعی کا مطلب لکھیے۔

رباعی ۴:

❂ خاک کا پتلا کے لیے ایک لفظ لکھیے۔

❂ اس رباعی کے تینوں قافیے اور ردیف لکھیے۔

❂ شعر کی تشریح کیجیے۔

یہ خاک کا پتلا بھی بڑا ضدی ہے
آندھی میں چراغ اپنا جلائے گا ضرور

اضافی مطالعہ

۱۔ آس پاس

مظہر سلیم

جان پہچان : مظہر سلیم ۳؍جنوری ۱۹۵۹ء کو بلڈانہ (مہاراشٹر) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بلڈانہ میں ہوئی۔ ممبئی یونیورسٹی سے ایم۔اے کیا۔ درس و تدریس کو پیشہ بنایا۔ ابتدا سے افسانہ نگاری کا شوق تھا۔ افسانہ نگاری کے ساتھ سہ ماہی 'تکمیل' کی ادارت بھی بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ ۲۰۰۸ء میں ایک تعلیمی سہ ماہی رسالہ 'نقیب' جاری کیا۔ 'جہاد، اپنے حصے کی دھوپ اور مٹھیاں' اُن کے افسانوں کے مجموعے ہیں۔ مہاراشٹر اُردو ساہتیہ اکیڈمی، بہار اُردو اکیڈمی کے علاوہ کئی اداروں نے انھیں انعامات سے نوازا۔ ۲۱؍اپریل ۲۰۱۵ء کو اس جواں سال افسانہ نگار کا انتقال ہوگیا۔

مظہر سلیم اپنے افسانوں کا خمیر آس پاس کے ماحول سے اخذ کرتے ہیں۔ ان کے افسانے انسانی سروکار کے افسانے ہیں۔ زیرِ نظر افسانہ 'آس پاس' میں بتایا گیا ہے کہ خوف و دہشت کے ماحول میں لوگ ایک دوسرے سے کس قدر خوف زدہ رہتے ہیں۔

اس نے ٹیبل پر بکھری ہوئی فائلیں سمیٹ کر الماری میں رکھ دیں۔ کاغذات پر پیپر ویٹ رکھا، اپنا ذاتی سامان، چند کاغذات، فائل، ٹفن اور بسلری کی بوتل بریف کیس میں رکھی اور دفتر پر ایک طائرانہ نظر ڈالتا ہوا باہر نکل آیا۔ اس کے کچھ ساتھی جا چکے تھے، کچھ جانے کے لیے تیار تھے اور کچھ اپنی سیٹوں پر بیٹھے ابھی تک کام کر رہے تھے۔

کھلے آسمان کے نیچے اسے تازگی کا احساس ہوا۔ شام کے سائے آہستہ آہستہ گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ پرندے اپنے آشیانوں کی طرف لوٹنے لگے تھے۔ اسے بھی اپنا گھر یاد آیا۔ بیوی اور بچے، بچوں کے مسکراتے چہرے، شرارتیں، کلکاریاں، بھاگ دوڑ اور اُچھل کود .... وہ تیز تیز قدموں سے چلنے لگا۔ فٹ پاتھ پر بے شمار دکانیں تھیں۔ بھیڑ کی وجہ سے اسے چلنے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔ اس کے باوجود وہ تیز چلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے سبھی ساتھی چھے پندرہ کی ویرار فاسٹ لوکل کے لیے ریلوے اسٹیشن کی طرف چلے گئے تھے۔ مگر اسے تو بس سے جانا تھا اس لیے وہ بس اسٹاپ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

صبح جب وہ آفس کے لیے گھر سے نکلتا تو اس کی بیوی کی آنکھوں میں فکرمندی ہوتی۔ یہ روز کا معمول ہوگیا تھا۔ وہ کہتی، دیکھیے ...آپ لوکل ٹرین سے سفر مت کیجیے۔ جب تک شہر کے حالات ٹھیک نہیں ہو جاتے تب تک آپ بس سے ہی سفر کیا کریں۔ جب لوکل ٹرینوں میں دھماکے ہوئے تھے تب سے وہ روز ہی یہ بات کہتی تھی۔ وہ بھی غیر ارادی طور پر اس کی فکرمندی سے متاثر ہوا اسی لیے وہ بس سے سفر کرنے لگا تھا۔ بم دھماکوں سے شہری زندگی کچھ دیر کے لیے ٹھہر سی گئی تھی۔ عام لوگوں میں خوف و ہراس پایا جاتا تھا۔ اس کی بیوی بھی گھبرا گئی تھی۔ وہ بس ایک ہی بات دہراتی رہتی کہ ٹرینوں میں بم دھماکے ہوتے ہیں، بھگدڑ مچ جاتی ہے، لوگ چلتی ٹرین سے کود پڑتے ہیں۔ بے گناہ لوگ مارے جاتے ہیں۔ نوکری پیشہ لوگوں کی تو جان پر بنی ہوتی ہے مگر ان کے لیے لوکل ٹرین کا سفر ایک مجبوری ہے۔

اس شہر میں ان کا اپنا کوئی نہیں تھا۔ اجنبی شہر...اجنبی لوگ! چند مہینوں قبل ہی یہاں اس کا ٹرانسفر ہوا تھا۔ یہ شہر اس کے لیے نیا نہیں تھا۔ وہ اکثر تفریحاً ممبئی آتا جاتا رہا تھا مگر مستقل قیام کا اس کا یہ پہلا تجربہ تھا۔

جب وہ بس اسٹاپ پر پہنچا تو وہاں خاصی بھیڑ تھی۔ لوگ اِدھر اُدھر بکھرے تھے۔ بس کی قطار کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ دیر تک انتظار کرنے کے بعد ۸۴/لمیٹڈ بس آ گئی۔ اس کے رکتے رکتے وہ دوڑ کر بس میں سوار ہوگیا اور وِنڈو سیٹ پر بیٹھنے میں کامیاب ہوگیا۔

اب اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ رینگ گئی تھی۔ وہ خوشی سے کھل اُٹھا۔ بھیڑ دیکھ کر تو اسے مایوسی کا احساس ہونے لگا تھا کہ وہ بس میں داخل ہو پائے گا بھی یا نہیں۔

آج پھر وہ ایک بہت بڑی پریشانی سے بچ گیا تھا۔ اس نے اطمینان کی سانس لی۔ کچھ لوگ بس میں داخل ہونے کے بعد کنڈکٹر سے حجت بھی کرنے لگے تھے۔ کوئی کہنے لگا...ایک بھی آدمی 'کیو' میں نہیں آیا۔ سب باہر سے ہی اندر آ گئے۔

کوئی کہنے لگا ...ہم لوگ گھنٹوں سے کیو میں کھڑے بس کا انتظار کر رہے ہیں۔ اور یہ لوگ دندناتے ہوئے بس میں گھس پڑے۔

تیسرا لوگوں سے مخاطب ہوکر کہتا ...آپ لوگ سمجھتے کیوں نہیں؟

چوتھا غصّے سے بے قابو ہوکر کہتا ...بس روکو ... کنڈکٹر ...بس روکو۔ جتنے آدمی بغیر لائن کے اندر آئے ہیں ان کو پہلے نیچے اُتارو...کیا لوگ ہیں...؟ لائن کا مطلب بالکل نہیں سمجھتے۔ من مانی کرتے ہیں۔

کچھ مسافر چلّانے لگے ...اے بھائی لوگ کائے کو لفڑا کرتا ہے ...ہم کو جلدی پہنچنا ہے ...کنڈکٹر چلو... اس سے پہلے کہ جھگڑا اور بڑھے کنڈکٹر نے فوراً بیل بجا دی۔ ڈرائیور نے اس کی آواز پر اسٹیئرنگ گھمایا۔ بس چل پڑی۔ ساری بحثیں دھری کی دھری رہ گئیں۔ غصّے سے بھرے ہوئے سینئر سٹیزن کھڑے کھڑے چلّاتے رہے۔ سیٹوں پر بیٹھے مسافر مسکراتے رہے۔ وہ کھڑکی سے باہر نظارے دیکھنے میں اس قدر محو ہوگیا کہ اسے پتا ہی نہیں چلا کہ کنڈکٹر ٹکٹ ...ٹکٹ چلّا رہا ہے۔ وہ چونک گیا۔ اس نے ٹکٹ لیا اور دوبارہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

قطار در قطار کھڑی فلک بوس عمارتیں، سڑک کے کنارے ایستادہ ناریل کے درخت اور یہاں سے وہاں بھاگتی دوڑتی کاریں، ٹیکسیاں اور بسیں ... ہر کسی کو اپنی منزل پر پہنچنے کی جلدی تھی۔

بس ہوا کو چیرتی ہوئی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔ وہ دکانوں، ہوٹلوں اور عمارتوں پر چسپاں بورڈ پڑھنے لگا۔ ہندی، انگریزی، مراٹھی اور اُردو میں تحریر کردہ یہ بورڈ اور دیواروں پر لکھے نعرے، فقرے اور اشتہارات پر اس کی نظر رکتی اور ہٹ جاتی۔ اس نے ایک اُچٹتی نظر بس میں بیٹھے اور کھڑے مسافروں پر ڈالی۔ کوئی اونگھ رہا تھا تو کوئی سونے لگا تھا۔ کوئی بے چین نظروں سے اندر باہر دیکھ رہا تھا....وہ کھڑکی سے باہر کے نظاروں میں کھو گیا۔ اسے یہ بھی احساس نہیں رہا کہ اس کے بازو والی سیٹ پر کون شخص بیٹھا ہوا ہے اور وہ کیا کر رہا ہے؟

اس سے قبل کہ وہ اس شخص سے مخاطب ہوتا پاس کی سیٹ پر بیٹھا شخص اسے کہنی سے ٹھوکا مار کر کہنے لگا ...... بھائی صاحب! ذرا اندر ہوجائیے ......تھوڑا سا ......وہ اپنے آپ کو سمیٹ کر تھوڑا اندر کھسک گیا تب اس نے اس شخص کو بغور دیکھا۔ حلیہ دیکھ کر اس کے اندر شک وشبہات کی ایک رو چلنے لگی۔ وہ خوفزدہ ہوگیا اور اپنے خوف کو چھپانے کے لیے وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ دیواروں اور دکانوں کے اشتہارات پڑھنے کی کوشش کرتا رہا کہ اچانک اس کی نظر بس کے اندر لکھی اس ہدایت پر پڑی:

''کھڑکی سے باہر دیکھنے کے بجائے غور کریں کہ آپ کے آس پاس کوئی سندیہہ جنک وستو تو نہیں۔''

اس تحریر کو پڑھتے ہی اس کے ذہن میں شک کی سوئیاں سی چبھنے لگیں۔ وہ سوچنے لگا کہ اس کے بغل میں بیٹھا ہوا شخص ضرور کوئی شرپسند یا آتنک وادی ہے جو اپنے ساتھ موت کا سامان لیے سفر کر رہا ہے۔

وہ باریک بینی سے اس کا جائزہ لینے لگا۔ اس کا حلیہ عجیب تھا۔ داڑھی بڑھی ہوئی، بکھرے بال، گھنی مونچھیں، چہرہ سُتا ہوا، گلے میں بڑا سا تعویذ، بے چین نگاہوں سے اِدھر اُدھر تاکتا ہوا، گرد آلود کپڑے اور اس کے زانوؤں پر رکھا ہوا کالا بیگ......!

وہ سوچنے لگا، بیگ کے اندر......؟ کیا ہوسکتا ہے......؟ کیا ہونا چاہیے ...آر ڈی ایکس، کوئی دھماکہ خیز مادّہ؟ ٹائم بم؟ کچھ بھی ہوسکتا ہے۔

اچانک بریک لگنے سے بس رک گئی۔ اس کی سوچ کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ وہ مسافروں کو گھُورنے لگا۔ بس کھچا کھچ بھری تھی۔ اس کی نظریں بار بار اس شخص پر جا پڑتیں، جو اسے مسلسل پریشان کیے ہوئے تھا۔ کبھی وہ اسے کہنی مارتا، کبھی ہاتھ مارتا تو کبھی اس کے پیر کو جوُتے تلے دبا دیتا تو کبھی کنکھیوں سے اسے دیکھنے لگتا۔ وہ اُف کر کے رہ جاتا تو وہ شخص 'سوری' کہہ کر دوسری طرف دیکھنے لگتا۔ بس کے سفر میں اس طرح کی تکلیفوں سے اسے روزانہ ہی گزرنا پڑتا تھا۔ چرچ گیٹ سے اندھیری تک کا یہ سفر جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔

آخر کار اس شخص کو اس نے ٹھیک طرح سے بیٹھنے کو کہا......تو اس نے محسوس کیا کہ وہ شخص بھی اسے شک بھری نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ بار بار اس کی نظریں اس کالے بیگ کی طرف چلی جاتیں جو اس کی گود میں رکھا تھا۔ تب ہی مشکوک شخص نے قدرے بے خوف ہوکر اس سے پوچھا''بھائی صاحب! آپ کے اس بیگ میں کیا ہے؟'' سوال سن کر وہ سکتہ میں آ گیا۔ جان نہ پہچان! اور اس طرح بے تکلّفانہ گفتگو۔ اس نے کڑے تیوروں کے ساتھ الٹا اسی سے سوال کر دیا، کیا ہوسکتا ہے......؟ کیا ہوگا اس میں......؟ اس نے بھی اس کے بیگ کی طرف اشارہ کر کے سوال کیا۔ ایسا ہی بیگ تو آپ کے پاس بھی ہے۔ اس میں کیا ہے؟

سوال سن کر اس کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ کہنے لگا،''کیا ہوسکتا ہے! کیا ہونا چاہیے......اور کیا ہوگا...... وہی سب کچھ......جو شاید آپ کے بیگ میں ہے۔'' بڑی چالاکی سے اس نے اس کا سوال اسی پر اُچھال دیا۔

وہ ایک بار پھر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا مگر وہ ہدایت بار بار اس کا منہ چڑا رہی تھی۔ وہ بھی سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو،''کھڑکی سے باہر دیکھنے کی بجائے غور کریں کہ آپ کے آس پاس کوئی سندیہہ جنک وستو تو نہیں؟''

وہ شخص مسلسل موبائل کے بٹن دبائے جا رہا تھا۔ اس کے حلیے کو دیکھ کر اسے یقین ہوگیا تھا کہ یہ ضرور کوئی غنڈا ہے۔ شاید یہ بس میں دھماکا کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بیگ میں دھماکہ خیز مادّہ اور اس کے موبائل میں کوئی کنکشن ......اس کی حرکتیں بھی بڑی عجیب وغریب تھیں۔ وہ چھٹی چھٹی آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھتا۔ کبھی کھڑکی کے باہر دیکھنے لگتا تو کبھی اندر کچھ تلاش کرنے لگتا۔ بار بار موبائل میں کوئی نمبر ڈھونڈتا جیسے اسے کوئی سگنل ملنے والا ہو۔ شاید سگنل ملتے ہی وہ اسٹاپ پر اُتر جائے گا۔ اور پھر کوئی زبردست دھماکا ہوگا۔

دھماکے سے متعلق سوچ کر اسے بیوی بچے یاد آ گئے۔ اگر بس میں دھماکا ہوا تو......؟ اس کے بیوی بچوں کا کیا ہوگا؟ کہاں جائیں گے وہ؟ کیا وہ زندہ رہ پائے گا یا مر جائے گا؟ اگر وہ اپاہج ہوگیا تو! کیا ہوگا آخر اس کا......؟ بیوی بچوں کو اس کی زندگی کا معاوضہ ملے گا یا نہیں......؟

ایک لمحے کے لیے اس نے سوچا کہ کنڈکٹر کو صاف صاف بتا دے کہ اس شخص کے پاس کچھ ہے۔ کوئی خطرناک جان لیوا

چیز......اس کے بیگ میں مسافروں کی زندگی اور موت کا کوئی راز بند ہے۔بس روک کر اسے پولیس کے حوالے کر دیا جائے...... اس مشکوک آدمی کو......۔

وہ اپنے اندر ہمت نہیں جُٹا پایا۔خوف اس کے چہرے پر بدستور قائم رہا۔خوف نے ہی اس کے اندر بے چینی کو جنم دیا۔اس کا چہرہ پسینے کی ننھی ننھی بوندوں سے بھر گیا اور ہاتھ پیر کانپنے لگے۔

وہ دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ اب 'بس' جس کسی بھی اسٹاپ پر رُکے گی میں وہیں اُتر جاؤں گا اور وہاں سے دوسری بس میں سوار ہو جاؤں گا یا پھر پیدل ہی چل پڑوں گا۔اپنے آپ کو اور اپنی زندگی کو محفوظ رکھنے کا اس سے بہتر کوئی راستہ نہیں تھا۔کیونکہ ٹرین کا سفر اب محفوظ نہیں رہ گیا تھا۔اور شاید بس کا سفر......؟

اس نے کھڑے ہونے کی کوشش کی مگر اس کے پاؤں جیسے کسی نے جکڑ لیے۔اٹھ کھڑے ہونے کی ساری کوششیں ناکام ہوگئیں۔وہ اپنے اندر کمزوری اور نقاہت محسوس کر رہا تھا۔جب زندگی کی ٹرین حالات کی پٹریوں پر دوڑنے لگی تھی لوگ سب کچھ بھلا کر جینے لگے تھے۔اُس وقت وہ اتنا خوفزدہ اور پریشان نہیں ہوا تھا مگر آج پتا نہیں کیوں، وہ عجیب سی کشمکش میں مبتلا تھا۔اُس کا شک یقین میں بدلتا جا رہا تھا کہ اس کے پاس بیٹھا ہوا شخص شر پسند ہے۔خطرناک عزائم لیے ہوئے سفر کر رہا ہے۔اس کے بیگ میں کوئی 'گھاتک' چیز ہے۔اس کے موبائل میں کوئی نمبر ایسا ہے جسے ڈائل کرنے سے دھماکا ہو جائے.....یہ سب سوچتے ہی وہ اپنے آپ کو بے حس و حرکت محسوس کرنے لگا۔ایک دم زندہ لاش کی طرح۔اس کے جسم سے پسینہ پھوٹنے لگا۔وہ اپنی حفاظت کی خاطر ہی تو بس سے سفر کر رہا تھا۔مگر یہاں بھی کوئی اس کی 'گھات' میں بیٹھا تھا۔

اس نے ایک بار پھر اس شخص کو دیکھا جو اس کے حواس پر چھا گیا تھا۔اس نے سوچا کہ کنڈکٹر کو بتا دینا چاہیے......کشمکش کے اس عالم میں اس نے اپنی ساری قوت اکٹھا کی اور ایک چیخ کے ساتھ کنڈکٹر کو آواز دے دی......کنڈکٹر......سب مسافر حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔اس سے قبل کہ کنڈکٹر اس تک پہنچتا پاس کی سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص بوکھلا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔جیسے اسے اپنا اسٹاپ یاد آ گیا ہو۔اس طرح اچانک اُٹھ کھڑے ہونے سے اس کا توازن بگڑ گیا اور اس کے ہاتھ سے بیگ چھوٹ کر گر پڑا اور کھل گیا۔بیگ کے اندر کا سارا سامان بکھر گیا۔......کچھ کاغذات، کچھ فائلیں، ٹفن باکس اور بسلری کی بوتل......ہڑبڑا کر وہ سوری کہتا ہوا اپنا سامان سمیٹنے لگا۔

ان بکھری چیزوں کو دیکھ کر غیر ارادی طور پر اس کا ہاتھ بھی اپنے بیگ کی طرف چلا گیا......!!

مشق

افسانہ پڑھ کر ذیل کی سرگرمیاں مکمل کیجیے۔

- افسانے کا پس منظر دس سطروں میں بیان کیجیے۔
- افسانے کے مرکزی خیال پر روشنی ڈالیے۔
- افسانے کے اہم کرداروں کا مختصراً ذکر کیجیے۔
- افسانہ نگار کے ٹرین کی بجائے بس سے سفر کرنے کی وجہ لکھیے۔
- افسانے کے اختتام پر آپ نے جو محسوس کیا، اسے اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔
- افسانہ نگار کے اپنے بغل والے مسافر پر شک کرنے کی وجہ لکھیے۔
- بس میں چڑھنے کے بعد مختلف مسافروں کے ذریعے کہے گئے جملوں کو نقل کیجیے۔
- ''غور کریں آپ کے آس پاس کوئی سندیہہ جنک وستو تو نہیں۔'' درج بالا عبارت کو دیوناگری میں لکھیے۔

۲۔ پرندے کی فریاد

علامہ اقبالؔ

جان پہچان : ڈاکٹر سر شیخ محمد اقبال جنھیں ہم علامہ اقبالؔ کے نام سے جانتے ہیں، ۹/نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ انھیں 'شاعرِ مشرق' اور 'حکیم الامت' کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کی نظمیں 'بچے کی دعا، ہمدردی، مکڑا اور مکھی، پرندے کی فریاد' وغیرہ نہایت مشہور ہیں۔ 'بانگِ درا، بالِ جبریل، ضربِ کلیم، جاوید نامہ' اور 'پیامِ مشرق' ان کی اہم کتابوں میں شامل ہیں۔ اقبالؔ نے اپنی شاعری کے ذریعے قوم کو حرکت و عمل اور خودی کی تعلیم دی۔ ۲۱/اپریل ۱۹۳۸ء کو انھوں نے وفات پائی۔

آتا ہے یاد مجھ کو گُزرا ہوا زمانہ
وہ باغ کی بہاریں وہ سب کا چہچہانا
آزادیاں کہاں وہ اب اپنے گھونسلے کی
اپنی خوشی سے آنا ، اپنی خوشی سے جانا

کیا بدنصیب ہوں میں ، گھر کو ترس رہا ہوں
ساتھی تو ہیں وطن میں ، میں قید میں پڑا ہوں
آئی بہار ، کلیاں پھولوں کی ہنس رہی ہیں
میں اس اندھیرے گھر میں قسمت کو رو رہا ہوں
اس قید کا الٰہی دُکھڑا کسے سناؤں
ڈر ہے یہیں قَفَس میں ، مَیں غم سے مر نہ جاؤں

جب سے چمن چُھٹا ہے یہ حال ہوگیا ہے
دِل غم کو کھا رہا ہے ، غم دِل کو کھا رہا ہے
آزاد مجھ کو کردے او قید کرنے والے
میں بے زباں ہوں قیدی ، تو چھوڑ کر دعا لے

مشق

- انٹرنیٹ کی مدد سے اس نظم کے شاعر کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیجیے۔
- اس نظم کے جو اشعار آپ کو پسند آئے انھیں خوش خط لکھیے۔
- پرندوں اور جانوروں کو قید رکھنے کے تعلق سے اپنی جماعت میں گفتگو کیجیے۔

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پُستک نِرمتی و اَبھیاس کرم سنشودھن مَنڈل، پُونہ-۴

तारूफे उर्दू, इयत्ता नववी (उर्दू भाषा)

₹ 48.00